ماہنامہ

انصار اللہ

کلام حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

عشق است کہ بر خاک مذلت غلطاند　　عشق است کہ بر آتشِ سوزاں بنشاند
کس بہرِ کسے سر ندہد جاں نفشاند　　عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ)

عشق ہی ہے جو ذلت کی خاک پر آدمی کو تڑپاتا ہے عشق ہی ہے جو جلتی ہوئی آگ پر اسے بٹھاتا ہے۔
کوئی کسی کے لئے سر نہیں دیتا نہ جان قربان کرتا ہے عشق ہی ہے کہ یہ کام پوری وفاداری سے کرتا ہے۔

جنوری ۲۰۰۱

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

فارسی منظوم کلام

اَے محبّت عجب آثار نُمایاں کردی

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی زخم و مرہم بَرہِ یار تو یکساں کردی
اے محبت تو نے عاشقوں کی ایک عجیب حالت ظاہر کی ان کے لئے تو نے یار کی راہ میں زخم اور مرہم برابر کر دئے

ہمہ مجموعِ دو عالَم تو پریشاں کردی ہمہ عُشّاق تو سرگشتہ و حیراں کردی
دونوں جہان کے مجموعہ کو تو نے پراگندہ کر دیا اور سب عاشقوں کو تو نے دیوانہ اور حیران کر دیا

ذرّہ را تو بیک جلوہ کنی چوں خورشید اے بسا خاک کہ چوں مہ تاباں کردی
ایک تجلّی سے تو ذرہ کو سورج کی طرح بنا دیتی ہے اور بہت دفعہ ہماری طرح کی خاک کو تو نے چمکتا ہوا چاند بنا دیا

واہ چہ اعجاز نمودی کہ بیک جلوہء فیض درِ رفتن بِزَوی آمدن آساں کردی
واہ واہ تو نے کیسا معجزہ دکھایا کہ فیضان کی ایک تجلّی سے جانے کا دروازہ بند کر دیا اور آنا آسان کر دیا

ہوشمندانِ جہاں را تو کنی دیوانہ اے بسا خانہ فطنت کہ تو ویراں کردی
دنیا کے عقلمندوں کو تو دیوانہ بنا دیتی ہے اور بہت سے عقلمندوں کے گھروں کو تو نے ویراں کر دیا

جانِ خود کس ندہد بہر کس از صدق و وفا راست اینست کہ ایں جنس تو ارزاں کردی
کوئی کسی کے لئے اپنی جان عشق اور وفاداری کے ساتھ نہیں دیتا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس جنس کو تو نے بہت سستا کیا ہے

تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیآمد بسرم اَے جنوں گردِ تو گردم کہ چہ احسان کردی
میں بھی جب تک دیوانہ نہ ہو گیا میرے ہوش ٹھکانے نہ ہوئے۔ اے جنونِ عشق تجھ پر قربان! تو نے کتنا احسان کیا

(درثمین فارسی صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ نظارت اشاعت)

جوامع الکلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زریں کلام

"اُوْتِیْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ"

از: مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب استاذ الجامعہ

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی دیگر انبیاء علیہم السلام پر ایک وجہ فضیلت آپ کو جوامع الکلم کا عطا کیا جانا ہے۔ یعنی آپ کو ایسا کلام عطا ہوا جو دیگر انبیاء کے مقابل پر فصاحت و بلاغت میں امتیازی شان رکھتا ہے۔ آپ کی بعثت کسی ایک ملک، قوم یا ایک زمانہ کے لئے نہ تھی بلکہ تمام عالم اور تمام آنے والی نسلوں کی طرف تھی جو آپ کے عالمگیر اور آفاقی نبی اور مصلح اعظم ہونے کا بیّن ثبوت ہے آپ نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے۔ اُوْتِیْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں جو اپنے اندر بہت سے معانی اور مطالب رکھتے ہیں یعنی ایسے عمدہ اور مختصر کلمات جو بظاہر چھوٹے ہیں مگر معانی ان کے وسیع ہیں اور جتنا ان پر غور کرو ان کے معانی کی وسعت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے وہ عام لوگوں کے لئے بھی مفید ہیں اور خواص کے لئے بھی۔ یاد کرنے میں ایسے آسان کہ بچے بھی حفظ کر لیں اور معانی میں ایسے ہمہ گیر کہ ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہوں پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اعلیٰ دینی اور اخلاقی فوائد اور اصولوں پر مشتمل ہیں۔ یہ جوامع الکلم کیا ہیں؟ سب سے مقدم تو اس ضمن میں قرآن مجید ہے جیسا کہ علماء و محققین نے بیان کیا ہے چنانچہ علامہ نوویؒ شارح مسلم لکھتے ہیں "جوامع الکلم سے مراد اول قرآن کریم ہے جو مختصر الفاظ میں کثیر معانی بیان کرتا ہے دوسرے نمبر پر آنحضرت ﷺ کی احادیث ہیں کہ قلیل الفاظ میں کثیر معانی کو سموئے ہوئے ہیں" (صحیح مسلم شرح نووی زیر حدیث اوتیت جوامع الکلم) ایسا ہی علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے فتح الباری میں لکھا ہے۔

جوامع الکلم کا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے جو کہ اسرار و حکمت، معارف اور جامعیت سے پُر ہے اور یہ کلمات آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ کمالات میں سے ہے۔

"عن انسؓ عن النبی ﷺ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی
یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ"۔

(بخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحبّ لاخیہ ما یحبّ لنفسہ)

اس حدیث کے اسرار اور گہرے مضامین کی تفصیل میں جانے سے قبل اسی حدیث کے مضمون کے مختلف پہلو جو بعض دوسری روایات میں ملتے ہیں ان کا جاننا مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے چنانچہ۔

۱- ابن عساکر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ"۔

۲- مسلم میں "لِا خِيْهِ اَوْ جَارِهٖ" کے الفاظ آتے ہیں۔

۳- جب کہ نسائی میں "مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ مِنَ الْخَيْرِ" کا ذکر ہے۔

۴- اور ابن حبان میں اس طرح آیا ہے "لا يبلغ عبد حقيقة الايمان حتى يحب لاخيه" (بحوالہ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۱ از زیر شرح حدیث مذکور)

۵- بعض روایات میں یہ بھی ذکر آتا ہے "مِنَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَنغَضُ لِاَ خِيْهِ مَا يَبْغَضُ لِنَفْسِهٖ" (العینی جلد اول صفحہ ۱۴۲)

ان مختلف پہلوؤں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مصلح اعظم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایسا عظیم الشان ہے اور اس کے اندر ایسی روحانی تاثیر اور قوت قدسیہ ہے کہ اگر جوامع الکلم کے کسی ایک حصہ کو زندگی کا لائحہ عمل بنا لیا جائے تو وہ انسانیت کی اصلاح کر سکتا ہے اب اس مذکورہ بالا حدیث پر ہی غور کر کے دیکھیں یہ ایک حدیث اصلاح معاشرہ اور اُسے جنت نظیر بنانے کی اپنے اندر کیسی طاقت رکھتی ہے فرمایا ایمان کی حقیقت کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسرے کے لئے پسند کرے۔ قرآن کریم اس حقیقت کو یوں آشکار کرتا ہے کہ انسانی معاشرہ جب عدل کے بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا تو انسانیت ایسی گراوٹ کا شکار ہوتی ہے کہ وہ قدریں جو شرف انسانیت کا طرۂ امتیاز تھیں ان کا وجود عنقا ہو جاتا ہے۔ فرماتا ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ۔ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (سورۃ التطفیف) یعنی دوسروں کا حق مارنے والے لوگوں پر افسوس ہے کہ جب وہ دوسروں سے اپنا حق وصول کرتے ہیں تو خوب بڑھا چڑھا کر لیتے ہیں لیکن جب خود دوسروں کا حق دینے لگتے ہیں تو اپنا ناپ کم کر دیتے ہیں اسلام اس نفسانفسی کے مرض کو جڑ سے کاٹنے کا حکم دیتا ہے کہ سچے اور حقیقی مومن بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔ اب ظاہر بات ہے ہر شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اسے معاشرہ میں عزت ملے، احترام ملے، انصاف ملے، بڑوں سے شفقت ملے، چھوٹوں سے عزت اور ادب ملے، ساتھیوں سے محبت ایثار اور اپنائیت ملے، اسی طرح کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اس کی حق تلفی ہو اس پر ظلم ہو اس کی بدنامی ہو اور رسوا کیا جائے --- مگر یہ انسانی معاشرے کا کیسا المیہ ہے کہ فطرت کی آواز اسے اپنے مفادات کے تحفظ اور اپنے وجود کی بقا کے وقت اور اپنے شجرہ حیات کو کوئی خطرہ محسوس ہو تو اسے یہ آواز سنائی دیتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سارے معاشرے کا بگاڑ اسی مرکزی نقطہ کے گرد گھومتا ہے کہ عدل وانصاف کا فقدان ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم اپنے معاشرے کو جنت نظیر بنانا چاہتے ہو تو میں تمہیں بتاؤں اس معاشرہ کی تعمیر نو کیسے کی جا سکتی ہے اس کی خشتِ اول کیسے اور کہاں رکھنی ہے فرمایا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرو گے تو ایمان کی تکمیل ہو گی اس سے وہ مومنانہ معاشرہ تشکیل پائے گا جس میں اخوت ومحبت کا نظارہ ہو گا۔

سال ۱۹۰۱ء پر ایک طائرانہ نظر

- ۱۵ جنوری: حضور نے 'ریویو آف ریلیجنز' کے اجراء کا اعلان فرمایا۔
- ۲۳ فروری: اشاعت 'اعجاز المسیح'
- ۵ مارچ: حضور نے مخالفین کو دعوت دی کہ فریقین آپس میں ایک دوسرے کی عزت پر حملہ نہ کریں اور تہذیب و شائستگی سے پیش آئیں۔
- ۱۷ مارچ حضور نے اشتہار کے ذریعہ پھر طاعون سے ہوشیار کیا۔
- وسط سال میں کابل میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید راہ حق میں قربان ہو گئے۔
- اگست: اشاعت 'خطبہ الہامیہ'
- ۹ ستمبر اشتہار بعنوان مفید الاخبار جس میں حضور نے اپنی کتب کے امتحان لینے کی تحریک فرمائی۔
- ۱۳ اکتوبر: امیر کابل عبدالرحمٰن فالج سے فوت ہو گئے۔
- ۵ نومبر: اشاعت 'ایک غلطی کا ازالہ'
- ۷ نومبر: برطانوی سیاح ڈکسن کی قادیان میں آمد۔
- ۲۰ نومبر: حضور کی نظم فونوگراف میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ریکارڈ کی
"آواز آرہی ہے فونوگراف سے"
- ۳۰ نومبر: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد..... مرزا شریف احمد..... اور حضرت نواب مبارکہ بیگم..... کی تقریب آمین منعقد ہوئی۔
- ۲۶ دسمبر: لکھنؤ کے نواب عماد الملک فتح نواز جنگ مولوی سید مہدی حسین صاحب کی قادیان میں آمد اور قبول حق۔ اسی سال حضرت مولانا عبدالرحیم نیر...... اور ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ...... نے بیعت کی۔ حضرت نواب محمد علی خان...... حضرت مولانا سید سرور شاہ...... اور حافظ روشن علی...... کی قادیان میں مستقل رہائش۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی ماموریت کا بیسواں سال

سال ۱۹۰۱ء کے واقعات اور نشانات سماویہ پر ایک نظر

رویاء وکشوف اور الہامات الٰہیہ کا ایمان افروز سلسلہ

از: مکرم حبیب الرحمن صاحب زیروی انچارج خلافت لائبریری ربوہ

سال ۱۹۰۱ء حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی ماموریت کا بیسواں سال تھا اور اس سال بھی آسمانی بشارات و نشانات کا ظہور ہوتا رہا ان واقعات میں بھی تائیداتِ الٰہیہ کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ یہ وہی سال ہے جب مغربی ممالک میں قرآن حکیم کی تعلیمات کی اشاعت کی داغ بیل ڈالی گئی اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے جاری کئے جانے کی تجویز ہوئی۔ یہی وہ سال ہے کہ جب حضرت اقدسؑ نے اس دور کے علماء کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا اور آپ کی کتاب تفسیر ''اعجاز المسیح'' ستر یوم کے عرصہ میں منصۂ شہود میں آ گئی جبکہ مخالف علماء تفسیر نویسی میں ناکام و نامراد ٹھہرے اور بالآخر اسی سال حق وصداقت کی مخالفت میں کھڑی کی جانے والی ''دیوار'' بھی گرادی گئی۔ اس سال کے واقعات کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:۔

(۱) رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی تجویز: ۱۹۰۱ء میں نئی صدی کے آغاز پر رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' یعنی مذاہب عالم پر تبصرہ کی تجویز پر ہوا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتداء سے ہی دنیا کے مغربی ممالک میں بھی دعوت الی اللہ کے لئے خاص توجہ اور دلچسپی تھی اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی بشارتیں مل چکی تھی کہ آپ کی تحریرات یورپ میں بکثرت پھیلیں گی اور انگریز قوم حق وصداقت کو قبول کرے گی اگرچہ حضور کے بعض اشتہارات اور چند کتب انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر یورپ اور امریکہ میں پہنچ چکی تھیں (۱) مگر کام کی نوعیت کے باعث حضرت اقدس کا منشاء مبارک تھا کہ مغربی ممالک تک حق کی آواز پہنچانے کے لئے ایک ماہوار انگریزی رسالہ کا اجراء ہو جس میں خاص طور پر ان مضامین کے تراجم شائع ہوں جو حضرت اقدسؑ کے تحریر کردہ ہوں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے ۱۵۔جنوری ۱۹۰۱ء (۲) کو ایک انگریزی رسالہ کے اجراء کا اعلان فرمایا اور اس کی ادارت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے پلیڈر پشاور کے سپرد فرمائی۔ رسالہ کے نظم ونسق کے لئے حضور کے حکم سے ۳۱۔مارچ ۱۹۰۱ء اور یکم اپریل ۱۹۰۱ء کو جماعت کے دوستوں کے اہم اجلاس منعقد ہوئے اور فیصلہ ہوا کہ رسالہ انگریزی اور حضرت اقدسؑ کی کتب کے انگریزی تراجم کے لئے ایک مستقل ادارہ ''انجمن اشاعتِ اسلام'' کے نام سے قائم کیا جائے۔ اس ادارہ کا ابتدائی سرمایہ دس ہزار روپے قرار پایا جس کی فراہمی کے لئے اس ادارہ کے ایک ہزار حصے مقرر کئے گئے۔ ہر حصہ دس روپے کا تجویز ہوا۔ یہ تو ''انجمن اشاعتِ اسلام''

کے ابتدائی سرمایہ کے متعلق فیصلہ تھا۔ جہاں تک اس کے انتظامی معاملات کی سرانجام دہی کا تعلق ہے ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز تشکیل دیا گیا جس کے بیس ممبر تجویز ہوئے۔ انجمن کے سرپرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی تھے۔ عہدیدار مندرجہ ذیل تھے۔

پریذیڈنٹ	حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول۔ ناقل)
وائس پریذیڈنٹ	مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی......
سیکرٹری	خواجہ کمال الدین صاحب
اسسٹنٹ سیکرٹری	مولوی محمد علی صاحب
فنانشل سیکرٹری	شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہاؤس لاہور
محاسب	میاں تاج دین صاحب لاہوری

ممبروں کے نام: حضرت مولوی نورالدین صاحب، نواب محمد علی خاں صاحب، مولوی محمد علی صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، میاں تاجدین صاحب لاہوری، مرزا افضل بیگ صاحب قصور، ڈاکٹر رحمت علی صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب، خواجہ جمال الدین صاحب صاحب، حکیم فضل الدین صاحب بھیروی، میر حامد شاہ صاحب، سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی، مولوی عزیز بخش صاحب ڈیرہ غازی خاں، منشی محمد نواب خاں صاحب تحصیلدار، مرزا خدا بخش صاحب، شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی) (۳)

رسالہ کا نام "بورڈ آف ڈائریکٹرز" نے دی ریویو آف ریلیجنز" (The Review of Religions) تجویز کیا اور اس کی اشاعت کا مرکز اور دفتر لاہور میں قرار پایا (۴)

۲۴۔ نومبر کو بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ایک اجلاس میں گذشتہ فیصلوں میں بعض ترامیم منظور ہوئیں۔ رسالہ کا مقام اشاعت لاہور کی بجائے قادیان قرار دیا گیا اس کے ساتھ ہی تمام عہدیدار مقامی تجویز ہوئے۔ سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری ومحاسب مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سیکرٹری حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب...... امین۔ نواب محمد علی خاں صاحب (۵)
انجمن کے قواعد وضوابط مرتب کرنے کا کام ایک (پانچ ممبروں پر مشتمل) سب کمیٹی نے کیا جس کی آخری منظوری دیتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک لطیف تقریر کی اور فرمایا کہ ممبروں کی رائے میں تاجرانہ دل کا لحاظ رکھنا بھی موجودہ حالات کے ماتحت ضروریات سے ہے کیونکہ بعض وقت چندوں کی بہتات موجب ابتلاء ہو جاتی ہے۔ انجمن کی بنیاد کے دو ہفتہ کے اندر اندر اس کے قریباً ۷۷۵ حصے فروخت ہو گئے (۶) جن میں سب سے زیادہ حصے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے تھے۔ آپ نے ۱۶۰ حصے خریدے تھے۔ آپ کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب اور چوہدری محمد سلطان خان صاحب بیرسٹر

جہلم نے خریدے[۷] انجمن نے ۲۴۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو یہ بھی فیصلہ کیا کہ اگر تین سو خریدار مہیا ہو جائیں تو "ریویو آف ریلجنز" کا اردو ایڈیشن بھی شائع کیا جائے گا۔[۸]

(۲) تفسیر سورۃ فاتحہ کی تصنیف و اشاعت: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے پیر مہر علی شاہ صاحب اور ان کے ہمنوا علماء کو بالمقابل تفسیر سورۃ فاتحہ شائع کرنے کا چیلنج دیا اس کی میعاد ۱۵۔ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵۔ فروری ۱۹۰۱ء تک مقرر فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ "فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گزر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔[۹]

خدا کے فضل اور اس کی خاص تائید سے حضور اقدسؑ کے قلم سے ۲۳۔ فروری ۱۹۰۱ء کو "اعجاز المسیح" کے نام سے فصیح و بلیغ عربی میں تفسیر چھپ کر شائع ہوگئی۔[۱۰] جو آپ کا ایک عظیم الشان نشان اور بے مثال علمی معجزہ تھا۔

مورخ احمدیت جناب مولانا دوست محمد شاہد صاحب سورۃ فاتحہ کی تفسیر اعجاز المسیح کی تالیف و تصنیف میں آسمانی تائید و نصرت کا ذکر کرتے ہوئے۔

"حضور نے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں یہ تفسیر تصنیف فرمائی تھی۔ کیونکہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۱ء تک تو حضور اپنی دیگر دینی مصروفیات کے باعث صرف اردو میں مختصر مواد لکھ سکے تھے اور باوجودیکہ آپ پر ان دنوں مختلف امراض کے ایسے ایسے سخت حملے ہوئے کہ آپ خیال کرتے تھے کہ آخری دم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح القدس سے ایسی غیر معمولی تائید و نصرت فرمائی کہ آپ نے عربی زبان میں قلم برداشتہ لکھنا شروع کیا۔ غیب سے بے تکلف مضامین اور الفاظ صف بستہ ہو کر آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا محمد احسن صاحب کو کتاب کے پروف دیکھتے ہوئے ایک جگہ یہ شبہ ہوا کہ جو لفظ حضور اقدسؑ نے استعمال فرمایا ہے اس کا صلہ آنا چاہیئے۔ چونکہ کتاب کا مضمون خدا کی طرف سے آپ کے دل پر جاری ہوا تھا اس لئے جب حضور کے سامنے اس شبہ کا اظہار کیا گیا تو حضور نے فرمایا "جو کچھ میں نے لکھا ہے صحیح ہے آپ لغت کی کتاب دیکھ لیں۔" چنانچہ مولانا صاحب موصوف نے لغت کی بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد معلوم کر لیا کہ جو کچھ حضور نے لکھا تھا وہ درست تھا۔[۱۱]

(۳) حضرت اقدسؑ کے دو الہامات: حضرت اقدسؑ کو پہلے سے ہی بتایا گیا تھا کہ آپ کو ایک عزت کا خطاب عطا ہوگا اور اس کے ساتھ بڑا نشان دیا جائے گا۔[۱۲] اس تفسیر کی کتاب اعجاز المسیح کے ساتھ بھی ایک رنگ میں یہ الٰہی بشارت پوری ہوئی۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اعجاز المسیح سے متعلق یہ الہام ہوا تھا کہ

مَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَتَنَمَّرَ فَسَوْفَ يَرٰى اَنَّهُ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ[۱۳]

یعنی جو شخص اس کتاب کے جواب پر آمادہ ہوا۔ وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوگا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہو

گا۔ چنانچہ حضور نے یہ پیشگوئی ''اعجاز المسیح'' کے سرورق پر درج کرنے کے علاوہ اس کتاب میں بھی بڑی تحدّی کے ساتھ یہ اعلان فرمادیا کہ اگر آپ کے مقابل دنیا بھر کے علماء، حکماء اور فقہاء اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو کر اس جیسی تفسیر لکھنا چاہیں تو وہ ہرگز نہیں لکھ سکیں گے۔

تفسیر نویسی کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کوئی عالم، پیر، گدی نشین مقابل پر نہ آئے جبکہ حضرت اقدسؑ نے یہ تفسیر ''اعجاز المسیح'' کے نام سے معینہ مدت میں شائع فرمادی۔ تاہم مولوی محمد حسن صاحب فیضی جو موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم (حال ضلع چکوال) کے رہنے والے تھے اور مدرسہ نعمانیہ شاہی مسجد لاہور میں مدرس تھے، نے کہا کہ میں اس کتاب کا جواب لکھتا ہوں انہوں نے حضرت اقدسؑ کے فرمودہ میں حقائق و معارف کا عربی میں کیا جواب دینا تھا اردو میں کچھ نوٹس لکھے۔ مورخ احمدیت مولوی فیضی صاحب کے جواب کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''انہوں نے اردو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے خلاف ''اعجاز المسیح'' اور مولانا امروہی کی کتاب ''شمس بازغہ'' کے حاشیہ پر ایک لمبا چوڑا مضمون لکھا جس میں انہوں نے ضمناً اعجاز المسیح کی چند مفروضہ غلطیاں بھی تحریر کیں اور بعض توارادات کو سرقہ قرار دیتے ہوئے آسمانی نکات کا بھی مذاق اڑایا اور بالآخر بعض مقامات پر ''لعنة الله علی الکاذبین'' تک لکھ ڈالا لیکن اس لعنت پر ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ خود موت کے پنجے میں آ گئے۔ اس طرح انہوں نے اعجاز المسیح کے خلاف قلم اٹھا کر معاذ اللہ خدا کے جری پہلوان کی ذلت و شکست کا ارادہ کیا تو خود ہی چند دنوں کے اندر اندر اس جہان سے ہزاروں حسرتوں کے ساتھ اٹھ گئے اور ان کی موت مسیح پاک کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے ایک نشان چھوڑ گئی۔'' (۱۴)

مولوی محمد حسن صاحب فیضی کی اس ناکامی سے فائدہ اٹھاتے مشہور گدی نشین پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف نے فیضی صاحب کے ان نوٹس کو حاصل کیا اور تفسیر سورۃ فاتحہ کی بجائے اعتراضات پر مشتمل سیف چشتیائی تحریر کی۔ جس کی خبر مولوی کرم دین بھیں نے پہنچائی۔ (اسی سلسلہ کی کڑی وہ مشہور واقعہ مقدمہ جہلم ہے۔ جس کا تعلق .... رسالوں سے ہے۔ موقع کی مناسبت سے اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا) پیر علی شاہ صاحب ۱۱۔مئی ۱۹۳۷ء کو فوت ہوئے مگر ''اعجاز المسیح'' کا جواب لکھنے کی توفیق نہ پا سکے۔

(۴) طاعون کے بارہ میں حضرت اقدس کا انتباہ: حضرت اقدس ایک عرصہ سے طاعون کے بارہ میں خبر دے رہے تھے مگر اب ۱۹۰۱ء میں جب خدا کی پیشگوئی کے مطابق طاعون کا زور بہت بڑھ گیا اور یہ وبا سیل رواں کی طرح ملک کے چاروں طرف داخل ہو گئی تو آپ نے ہندوستان کے باشندوں کو ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ سے انتبارہ فرمایا کہ

''اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے یہ وہ بلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے خدا کے حکم سے

دور ہوتی ہے اگرچہ ہماری گورنمنٹ عالیہ بہت کوشش کر رہی اور مناسب تدبیروں سے یہ کوشش کر رہی ہے مگر صرف زمینی کوششیں کافی نہیں ایک پاک ہستی موجود ہے جس کا نام خدا ہے۔ یہ بلا اسی کے ارادہ سے ملک میں پھیلی ہے کوئی نہیں بیان کر سکتا کہ یہ کب تک رہے گی اور اپنی رخصت کے دنوں تک کیا کچھ انقلاب پیدا کرے گی اور کوئی کسی کی زندگی کا ذمہ دار نہیں۔ سواپنے نفسوں اور اپنے بچوں اور اپنی بیویوں پر رحم کرو۔ چاہیئے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد اور توبہ اور استغفار سے بھر جائیں اور تمہارے دل نرم ہو جائیں،،(۱۵)

اس اردو اشتہار کے بعد ۱۰۔ دسمبر ۱۹۰۱ء (۱۶) کو حضور نے عربی زبان میں فارسی اور اردو ترجمہ کے ساتھ ایک اور اشتہار دیا جس میں نہایت شفقت سے اہل ملک کو دوبارہ طاعون کے روحانی علاج کی طرف توجہ دلائی۔

(۵) حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی راہ مولیٰ میں قربانی:۔ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب .... کے شاگرد خاص مولوی عبدالرحمٰن صاحب .... کو دو یا تین مرتبہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کا شرف نصیب ہوا۔ ہر مرتبہ کئی کئی ماہ تک حضور سے فیض پانے اور حضور کے دعاوی اور تعلیمات پر ایک نیا ایمان لے کر لوٹتے تھے۔ آخری بار وہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے (۱۷) یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آفریدی۔ وزیری اور محسودی وغیرہ آزاد قبائل ڈیورنڈ لائن کو اپنی خود مختاری اور آزادی کے لئے خطرہ تصور کر کے سرحد پر انگریزوں کے خلاف بڑے جوش .... سے اٹھے ہوئے تھے۔ اس شورش کو بعض علماء نے بھاری تقویت دی۔ خود امیر عبدالرحمٰن خاں کی خاص ہدایت پر ایک رسالہ تقویم الدین در بارہ تحریک جہاد کے نام سے شائع کیا۔ (۱۸)

حضرت اقدس علیہ السلام نے مسئلہ جہاد کی اسلامی نکتہ نگاہ سے وضاحت بیان کرنے کے لئے بعض رسائل شائع کئے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب .... نے جب قادیان میں حضور اقدسؑ کے یہ رسائل پڑھے تو ان پر مسئلہ جہاد کی حقیقت بالکل واضح ہو گئی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد پھر کابل گئے۔ انہوں نے جب مسئلہ جہاد کے متعلق اپنا مسلک پیش کیا تو امیر عبدالرحمٰن خاں (۱۸۴۴۔۱۹۰۱ء) سے شکایت کی گئی جسے بعض شریر پنجابیوں نے جو اس کے ملازم تھے اور زیادہ ہوا دی اور ظاہر کیا کہ یہ ایک پنجابی شخص کا مرید ہے جو اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ انگریزوں سے جہاد درست نہیں بلکہ اس زمانہ میں وہ قطعاً جہاد کا مخالف ہے۔ امیر عبدالرحمٰن خاں نے جب یہ سنا تو اس نے سخت برافروختہ ہو کر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب .... کی نظر بندی کا حکم دے دیا اور بالآخر آپ گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے نہایت بیدردی سے راہ حق میں قربان کر دیئے گئے۔

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب احمدیت کے وہ پہلے بزرگ تھے جنہیں حق وصداقت کی راہ میں جام وصل الٰہی نوش کرنا پڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس سے قبل الہام ہو چکا تھا کہ "شَاتَانِ تُذْبَحَانِ" کہ دو بکرے ذبح کئے جائیں گے۔ چنانچہ اس الہام کے مطابق سب سے پہلے حضرت مولوی صاحب راہ مولیٰ میں قربان ہوئے۔ یہ حادثہ وسط ۱۹۰۱ء میں ہوا۔

قادیان میں اس کی خبر نومبر میں حضرت مولوی عبدالستار صاحب کے ذریعہ پہنچی جو اپنے تین رفقاء سمیت علاقہ خوست غزنی سے حضور کی زیارت کیلئے تشریف لائے تھے۔ (۱۹)

حضرت اقدسؑ کی کتابوں کے امتحان: حضرت اقدس مسیح موعود نے ۹۔ستمبر ۱۹۰۱ء کو ''مفید الاخیار'' کے نام سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں حضور نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار فرمایا کہ ہماری جماعت میں کم از کم سو اہل کمال وفضل پیدا ہونے چاہئیں جو سلسلہ کے علم کلام اور اس کے دلائل ونشانات سے اچھی طرح آگاہ ہوں اور غیر مسلموں کے زہریلے لٹریچر کے بداثرات سے ہر طالبِ حق کو نجات دے سکیں۔ اس غرض کے لئے حضور نے یہ اہم تحریک فرمائی کہ ہر سال قادیان میں دسمبر کی تعطیلات میں حضور کی کتابوں کا امتحان لیا جائے اور جو خدام اس امتحان میں کامیاب ہوں ان کو دعوتِ حق کے لئے مناسب مقامات پر بھیجا جائے۔ (۲۰)

پہلے امتحان کے لئے جو کورس تجویز کیا گیا وہ مندرجہ ذیل کتب پر مشتمل تھا۔ ''فتح اسلام' توضیح مرام' ازالہ اوہام' انجام آتھم' ایام الصلح' سرمہ چشمہ آریہ' حمامة البشریٰ' خطبہ الہامیہ'۔ نیز فیصلہ ہوا کہ یہ امتحان ۲۷۔دسمبر ۱۹۰۱ء کو ختم ہو جائے گا۔ جو لوگ دور دراز مقامات سے شامل نہ ہوسکیں وہاں پرچے روانہ کر دیئے جائیں گے جو ایک مہتمم کی نگرانی میں بغرض جواب تقسیم ہوں گے۔ امتحان میں شریک ہونے والے امیدواروں کی فہرست کی تیاری کا کام ایڈیٹر الحکم جناب شیخ یعقوب علی صاحب تراب کے سپرد ہوا۔ (۲۱)

مگر اتنی سعی وجدوجہد کے باوجود حضرت اقدسؑ کی زندگی میں یہ تحریک عمل میں نہ لائی جاسکی۔ اور سات سال تک معرض التواء میں رہنے کے بعد حضرت مولوی نورالدین خلیفة المسیح الاوّل ...... نے اپنے زمانہ خلافت کے پہلے سال ہی اس کی طرف توجہ فرمائی۔ (۲۲) (جاری)

حوالہ جات

(۱) الحکم ۳۰۔نومبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶ کالم ۱

(۲) تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۔۳

(۳) تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۱۷۱

(۴) الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۱ء

(۵) الحکم ۳۰۔نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳۔۱۴

(۶'۷) الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۱ء

(۸) الحکم ۳۰۔نومبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۴

(۹) اشتہار ۱۵۔دسمبر ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۹۶

(۱۰) الحکم ۳۔مارچ ۱۰۔مارچ ۱۹۰۱ء

(۱۱) تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۷۴

(۱۲) اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۷ (روحانی خزائن ۱۷)

(۱۳) اعجاز المسیح سرورق (روحانی خزائن جلد ۱۸)

(۱۴) اعجاز المسیح سرورق (روحانی خزائن جلد ۱۸)

(۱۵) الحکم ۲۶ مارچ ۱۹۰۱ء

(۱۶) الحکم ۲۴۔دسمبر ۱۹۰۱ء

(۱۷) الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۱ء

(۱۸) بحوالہ عاقبة المکذبین صفحہ ۱۱۹ از قاضی محمد یوسف

(۱۹) تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۸۲۔۱۸۵

(۲۰) الحکم ۱۷۔ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲ کالم ۱۔۲

(۲۱) الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۵ کالم ۱

(۲۲) الحکم ۱۸۔جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱ کالم ۱۔۲

''خدا تعالیٰ کے نزدیک ابدال''

''............جو لوگ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں وہی خدا تعالیٰ کے نزدیک ابدال کہلاتے ہیں............

میری جماعت میں اکثر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس سلسلہ کے لئے بہت دکھ اٹھائے ہیں اور بہت ذلتیں اٹھائی ہیں اور جان دینے تک فرق نہیں کیا۔ کیا وہ ابدال نہیں ہیں؟ شیخ عبدالرحمٰن، امیر عبدالرحمٰن کے سامنے اس سلسلہ کے لئے گلا گھونٹ کر مارا گیا اور اس نے ایک بکری کی طرح اپنے تئیں ذبح کرا لیا۔ کیا وہ ابدال میں داخل نہ تھا؟ ایسا ہی مولوی صاحبزادہ عبداللطیف جو محدث اور فقیہہ اور سرآمدِ علماء کابل تھے اس سلسلہ کے لئے سنگسار کئے گئے............اور چالیس دن تک پتھروں میں ان کی لاش پڑی رہی۔ کیا وہ ابدال میں سے نہ تھے؟''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۵۷)

بہائی رسالہ نفحات کے مذکورہ مغالطوں کی حقیقت

فرضی قصیدہ سے مضمون نگار کی انوکھی واردات

تحریر: از مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب

گذشتہ اقساط میں بہائی مضمون نگار کے تفصیلی مضمون کا تجزیہ اور اس کی تغلیط کی جا چکی ہے۔ اور اب مختصراً کہ یہاں پر بہائی مضمون نگار کے تحریر کردہ ان مغالطوں کا محاسبہ مقصود ہے۔ جن کے وہ خود شکار ہیں۔ لیکن الزام حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی ذات پر عائد کر رہے ہیں۔

بہائی مضمون نگار نے اپنے مضمون میں سات مغالطوں کا ذکر کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ گویا ان مغالطوں کا ارتکاب حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کی طرف سے ہوا۔ ان مغالطوں کا ملخص یہ ہے۔ کہ بہائی مضمون نگار کے نزدیک حضرت مرزا صاحب نے ''قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی'' کی عبارات میں ردّ بدل کیا ہے اور جو حالات شاہ نعمت اللہ ولی کے تحریر کئے ہیں۔ وہ بھی درست نہیں۔

O بہائی مضمون نگار اپنی سوچوں کے اعتبار سے مجبور بلکہ کلیۃً معذور سمجھے جانے کے لائق ہیں۔ کیونکہ جن مغالطوں کو انہوں نے بڑی سوچ بچار اور انتہائی کاوش سے جنم دیا ہے۔ ان کی سرے سے بنیاد ہی موجود نہیں۔ بیچارے بہائی مضمون نگار کے ذہن پر عیسائی مستشرق ای۔ جی۔ براؤن ایسا بری طرح سوار ہے کہ جو بات براؤن کے نام سے بہائی مضمون نگار تک پہنچے۔ خواہ وہ کیسی ہی غلط بے دلیل اور بے ثبوت ہو۔ مضمون نگار کے لئے براؤن کی بات وحی الٰہی سے بھی اوپر درجہ رکھتی ہے۔

O بہائی مضمون نگار اتنا سوچنے سے بھی قاصر ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے مؤقف کی تائید میں شاہ نعمت اللہ ولی دہلوی کے قصیدہ سے استدلال کیا ہے نہ کہ نعمت اللہ کرمانی ایرانی والے فرضی قصیدہ پر انحصار کیا ہے۔ ایرانی قصیدہ کے فرضی، جعلی، بے سند اور بے ثبوت ہونے کے متعلق گذشتہ اقساط میں تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا بہائی مضمون نگار کے وضع کردہ مغالطوں کا منہ توڑ جواب یہی ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے مسٹر براؤن والے ایرانی قصیدہ کو اپنی تحریرات میں چھوا تک نہیں۔ اور اس کے برعکس شاہ نعمت اللہ ولی دہلویؒ کے قصیدہ کو پیش فرمایا ہے۔ اور بغیر کسی کم و کاست یا ردّ و بدل شاہ نعمت اللہ ولی دہلویؒ کے قصیدہ کو اپنی تائید میں بطور شاہد ناطق بیان فرمایا ہے۔

O سابقہ مضامین میں واضح کیا جا چکا ہے۔ کہ ایرانی قصیدہ کا ماخذ اور بنیاد ایک غیر معروف، نامعلوم درویش کو قرار دیا

جاتا ہے۔

یہ بھی واضح کیا جا چکا ہے۔ کہ باپ کی موت کے قریباً 40 سال بعد درویش اور براؤن والا قصیدہ ۱۸۸۸ء میں سامنے آیا۔ اس لئے باب کے دعویٰ اور انجام کے ساتھ قصیدہ کا کوئی تعلق نہیں ٹھہرتا۔

یہ بھی ظاہر کیا جا چکا ہے کہ درویش اور براؤن والا قصیدہ اگر ۱۸۶۰ء میں مطبوعہ مان بھی لیا جائے۔ تو بھی یہ قصیدہ:۔

ا:۔ نہ باب اور بہاء اللہ کے ہاتھ لگا۔

ب:۔ نہ باب کے دعویٰ سے قبل بابیوں میں اس قصیدہ کے تذکروں کا کوئی ثبوت دنیا میں موجود ہے

ج:۔ نہ ہی یہ قصیدہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے شائع کردہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی دہلویؒ والے سے قبل کہیں سامنے تھا۔ کیونکہ دہلوی قصیدہ ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا۔ اس لئے قصیدہ میں اگر ترمیم یا ردّوبدل کی خیانت کا ارتکاب ممکن ہے تو ۱۸۵۲ء والے قصیدہ کے بعد چھپنے والے قصیدہ میں ہی ہو سکتا ہے۔ ۱۸۵۲ء کے مطبوعہ میں کیسے ردّوبدل کیا گیا۔ اتنی واضح بات بہائی مضمون نگار کی سمجھ میں نہیں آئی۔ تعجب ہے!

○ بہائی مضمون نگار اور بہائیت کے دیگر پرچار کرنے والوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اپنے دعویٰ کی تائید میں جس قصیدہ کی شہادت پیش کی ہے۔ وہ قصیدہ:۔

ا:۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا شائع کردہ ہے۔

ب:۔ جسے ۱۸۵۲ء میں شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب "الاربعین فی احوال المهديين" میں شائع کیا۔

ج:۔ اس قصیدہ سے قبل درویش اور براؤن والے ایرانی قصیدہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔

د:۔ اگر شاہ اسماعیل شہیدؒ والے قصیدہ کی سند، نفسِ مضمون، اور تاریخی پس منظر پر بہائی مضمون نگار یا کسی دوسرے بہائی کو اعتراض ہے۔ تو اس کی ذمہ داری حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے سر پہ ٹھہرتی ہے۔ نہ کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کی ذاتِ گرامی پر۔

ھ:۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے شائع کردہ قصیدہ کو ہی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اس لئے اگر حضرت بانی جماعت احمدیہ کے خلاف کسی کو اعتراض ہے۔ تو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے شائع کردہ قصیدہ حضرت شاہ نعمت ولی اللہ دہلویؒ کو سامنے رکھ کر اعتراض کرے۔ نہ کہ درویش اور براؤن والے ایرانی قصیدہ کے

حوالہ سے اعتراضات اٹھائے جائیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے اور یہ کیسی عقل ہے۔ جس کا بہائی قلمکار مظاہرہ کر رہے ہیں۔

○ بہائی مضمون نگار نے اپنے مضمون مطبوعہ نفحات میں حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کی طرف سات مغالطے منسوب کئے ہیں۔ لیکن ان مغالطوں کو پیش کرتے وقت بہائی مضمون نگار کے ذہن پر کرمانی والا قصیدہ حاوی ہے۔ جبکہ حضرت مرزا صاحب بانی جماعت احمدیہؑ نے اپنی تائید میں اس قصیدہ کا ہرگز ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ کی کتاب ''نشان آسمانی'' میں شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے قصیدہ سے تائیدی مواد پیش کیا گیا ہے۔ اور اسی قصیدہ کی نسبت تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اگر مضمون نگار مسٹر براؤن کے دستیاب قصیدہ کو اپنے ذہن سے نکال دیں۔ تو ان کے وضع کردہ ساتوں مغالطے بھی خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو بہائی مضمون نگار لکھتے ہیں۔

<u>مغالطہ نمبر ۱:۔</u> ''مرزا صاحب ۱۸۹۲ء میں لکھتے ہیں'' اور یہ بزرگ سات سو انچاس برس پہلے ہمارے زمانے (۱۸۹۲ء) سے گذر چکے ہیں..........''

جواب:۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے اپنی اس تحریر میں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی دہلویؒ کے متعلق ''سات سو انچاس برس'' کا ذکر فرمایا ہے۔ اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی معروف کتاب ''الاربعین فی احوال المھدیین'' کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے۔ لیکن بہائی مضمون نگار یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ مسٹر براؤن نے تو شاہ نعمت اللہ کے انتقال کی تاریخ ۱۴۳۱ء تحریر کی ہے۔ جبکہ حضرت مرزا صاحب نے شاہ نعمت اللہ ولیؒ دہلی کی بابت سات سو انچاس برس کا ذکر فرمایا ہے۔ نہ کہ نعمت اللہ کرمانی ایرانیؒ کے متعلق۔ جس کو مسٹر براؤن کے حوالہ سے بہائی دنیا میں اچھالا جا رہا ہے۔ پس مغالطہ حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنے کی بجائے بہائی مضمون نگار کی دھوکہ دہی نظر آتی ہے۔

<u>مغالطہ نمبر ۲'۳:۔</u> ''مرزا صاحب نے یہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور شاہ نعمت اللہ کے قصیدہ میں بتائے ہوئے چالیس سال کو اپنی طبیعی عمر پر منطبق کیا ہے۔'' بہائی مضمون نگار اس مغالطہ کی تفصیل میں جا کر مزید لکھتے ہیں کہ ''حقیقت یہ ہے کہ شعر میں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ بعثت چالیس سال کے سن میں ہوگی بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ بعثت کے بعد وہ ''شہریار'' چالیس سال زندہ رہے گا۔''

جواب:۔ بہائی مضمون نگار نے اس مغالطہ نمبر ۲ کے وضع کرنے میں کئی چالاکیوں سے کام لیا ہے اور حضرت مرزا صاحب کے مؤقف کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ جس کا قصیدہ کے حسب ذیل شعر سے تعلق ہے۔

تا چہل سال اَے برادرِ من   دَور آں شہسوار مے بینم

(ا:۔مضمون نگار نے اس شعر میں عمداً تحریف کر کے ''شہسوار'' کی جگہ ''شہریار'' بنا دیا ہے۔اس پر تفصیلی بحث مغالطہ نمبر۴ کی ذیل میں کی جائے گی کہ ایسی خیانت کیوں کرنی پڑی۔

بہائی مضمون نگار کہنا یہ چاہتے ہیں۔کہ قصیدہ کے اس شعر میں چالیس سال کا تعلق پیدائش سے لیکر قصیدہ کے مطابق موعود شخصیت کے ظہور تک سے نہیں بلکہ دعویٰ سے لیکر چالیس سال تک زندہ رہنا مراد ہے۔جب کہ اصل حقیقت شعر میں بالکل عیاں ہے۔کہ شعر میں اس موعود کے دور کا چالیس سال ہونا مذکور ہے۔جو وسیع مفہوم رکھتا ہے۔لیکن بہائی مضمون نگار کو مذکورہ مؤقف اختیار کرنے کی مجبوری یہ ہے۔کہ بہائی اپنے مزعومہ مدعی یعنی بہاء اللہ کو اگر قصیدہ کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیں۔تو بہاء اللہ کی پیدائش ۱۸۱۷ء سے لیکر ۱۸۵۲ء تک جبکہ بقول بہائیوں کے طہران کے سیاہ چال قید خانہ میں بہاء اللہ کی بعثت ہوئی پیدائش سے دعویٰ تک چالیس کی معیاد پوری نہیں ہوتی۔اس لئے بہائی مضمون نگار نے اس کا آسان حل یہ نکالا کہ پیدائش سے دعویٰ تک چالیس سال کا عرصہ مراد لینا درست نہیں۔اور حضرت مرزا صاحب نے اگر پیدائش سے لیکر چالیس سال کی عمر میں اپنے دعویٰ کا تعلق مندرجہ بالا شعر سے جوڑا ہے۔تو یہ بقول بہائی مضمون نگار ''مغالطہ دہی'' ہے۔لیکن ان کو خود اپنی مغالطہ دیہیوں کا احساس تک نہیں۔کیونکہ خود ان کی اپنی تحریروں کے مطابق جو ان کے مضمون نفحات کے جواب میں درج کی جا چکی ہیں۔بہاء اللہ کے دعویٰ کی چار الگ الگ تاریخیں تو خود مضمون نگار لکھ چکے ہیں۔پھر چالیس سال کا عرصہ کہاں سے شروع کریں گے۔ملاحظہ ہو۔

(ا:۔۱۸۵۲ء ب:۔۱۸۶۳ء ج:۔۱۸۶۷ء د:۔۱۸۷۳ء

بہائی مضمون نگار کو چاہیئے۔کہ پہلے اپنے گھر میں فیصلہ کریں کہ ان الگ الگ تاریخوں میں صحیح کون سی ہے (اور اس کی صحت کے ثبوت یا شواہد کیا کیا ہیں) اور غلط کون کون سی ہیں۔اور ان کے غلط ہونے کے دلائل کیا ہیں۔تا کہ ان کی روشنی میں قارئین کوئی صحیح رائے قائم کر سکیں۔

جہاں تک حضرت مرزا صاحب کی ذات میں چالیس سال کی میعاد کا تعلق ہے۔اگر بقول بہائی مضمون نگار ابتدائے الہام سے وفات تک کا عرصہ ہی مراد لینا چاہیئے۔تو ایک سیدھی سی حقیقت اور نا قابل تردید صداقت یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو پہلا الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے حسب ذیل ہوا تھا۔

''خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

یہ الہام ۱۸۶۸ء/۱۸۶۹ء میں ہوا۔ اور آپ کا وصال ٹھیک چالیس سال بعد یعنی ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ مغالطہ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز نہیں دیا۔ بلکہ بہائی مضمون نگار مغالطہ دہی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ قصیدہ کے شعر ''تا چہل سال اے برادرِ من......'' کی متعدد توجیہات ہو سکتی ہیں۔ ان سب کا ذکر یہاں ضروری نہیں۔ البتہ حضرت مرزا صاحب نے اس شعر کو اپنی کتاب ''نشان آسمانی'' میں درج کر کے دو امکانی پہلوؤں کا ذکر مناسب خیال فرمایا۔ جو حسب ذیل ہیں۔

اوّل:۔ ''اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوتِ حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا''۔

دوم:۔ ''بشارت دی گئی کہ اسی برس تک یا اس کے قریب تری عمر ہے سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے''

''اسی برس تک یا اس کے قریب'' کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ الہام میں اسی برس یا اس کے قریب کی گنجائش موجود ہے۔ چونکہ اس عرصہ کا تعلق مستقبل سے تھا۔ اور الہامی عبارت میں ''اسی برس یا اس کے قریب'' میں دونوں امکان موجود ہیں۔ اور انجام کار دو امکانوں میں سے کون سا پورا ہوگا اس کا کامل علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے ان دونوں امکانوں کے پیش نظر آخر پر لکھا۔ ''واللّٰہ اعلم'' یعنی مستقبل کا قطعی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہو سکتا ہے۔ بہائی مضمون نگار کو اس پر بھی اعتراض ہے اور مغالطہ نمبر ۳ کی بنیاد صرف یہ انہیں ہاتھ لگی ہے کہ ''واللّٰہ اعلم'' پر ہی اعتراض کر دیا۔ کہ واللہ اعلم وہاں لکھتے ہیں۔ جہاں معاملہ مشکوک اور غیر یقینی ہو۔ یہ گویا ان کی عقل و فہم کی حالت ہے اور اتنی سی بات بھی سمجھنے سے عاری ہیں۔ کہ جس چیز کا تعلق مستقبل سے ہو۔ اس کا حقیقی اور کامل علم اللہ علیم و خبیر کو ہی ہوتا ہے اور انسان کا واللہ اعلم کہنا غیر یقینی کے باعث نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف مستقبل کے بارہ میں خدا تعالیٰ کے کامل علم کا اقرار ہے۔ جو ہر حالت میں ہر انسان کو لازماً کرنا چاہیئے۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ کہ اگرچہ حضرت مرزا صاحب سے خدا تعالیٰ کا الہام کا سلسلہ پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اور یہی سلسلہ وحی والہام ہی کسی مدعی کے عنداللہ منصب کا بنیادی اصول ہوا کرتا ہے۔ لیکن سلسلہ وحی والہام کی ظاہری تائید اور ثبوت کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مدعی کے لئے اعجازی نشانات کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ چنانچہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی میں بھی موعود شخصیت کے ظہور اور منجانب اللہ تائید کے لئے ایک اعجازی نشان کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ لیکن بہائی مضمون نگار اس نشان کے تذکرہ سے گریز کر گئے۔ کیونکہ بہائی طبقہ جب بہاء اللہ کو مدعی کے طور پر جوڑ توڑ کر کے سامنے لاتا ہے۔ تو چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے مزعومہ مدعی کے لئے وہ آسمانی نشان ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ لوگ اس

نشان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محض چالیس سالوں کی بحث میں الجھے۔ حالانکہ کسی مدعی کے دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب آسمانی نشانوں سے ہی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ قصیدہ میں اعجازی نشان جس کا خالصتاً اختیار و تعلق خدائے قادر و توانا سے ہے۔ وہ اس شعر میں ملاحظہ ہو۔ شاہ نعمت اللہ ولی دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

ماہ را رو سیاہ مے نگرم　　مہر را دلفگار مے بینم

بہائیوں کے پیش کردہ ولی ایرانی کے قصیدہ میں شعر حسب ذیل ہے۔

ماہ را رُو سیاہ مے بینم　　مہر را دلفگار مے بینم

گویا مے نگرم اور مے بینم کا صرف فرق ہے۔ معنی اور مفہوم دونوں جگہ ایک ہی ہے۔

اس شعر میں دراصل حدیث نبوی ﷺ کے مطابق چاند سورج کے گرہن کا ذکر ہے۔ جو سچے مدعی کے حق میں ظاہر ہونا مقدر تھا۔ اگر بہائی مضمون نگار کے بنائے ہوئے مسیح و مہدی واقعۃً بہاء اللہ ہی ہوتے۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے قصیدہ کے بیان کردہ نشان یعنی چاند سورج کو گرہن ان کی زندگی میں لگتا۔ محض چالیس سال کے عرصہ پر اصرار بے معنی ہے۔ جس میں اختلاف اور اغلاط کے کئی امکانات موجود ہیں۔ ہاں آسمان سے بھی اگر یہ اعجازی نشان بہاء اللہ کے لئے ظاہر ہوتا۔ تو صورت حال مختلف ہو سکتی تھی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ بہاء اللہ نے اپنی وفات (۱۸۹۲ء) تک کبھی اس قصیدہ کو اپنی تائید میں نہیں سمجھا۔ اب ایک صدی سے زائد عرصہ گذر جانے کے بعد بہائی قلمکاروں کا اس قصیدہ کو بہاء اللہ کی تائید کے لئے پیش کرنا ''مُشتے کہ بعد از جنگ یاد آید والی بات ہے۔ قصیدہ کو جزوی طور پر اپنی تائید میں پیش کرنا اور انتہائی اہم صداقتوں کو قصیدہ سے نظرانداز کر دینا یہ بہائی سوچ کی تغلیط کے لئے کافی ہے۔

''ر سچائی کا تابندہ منظر اگر ملاحظہ کرنا چاہیں۔ تو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے سلوک پر نگاہ ڈالیں۔ کہ آپ نے ۱۸۹۲ء میں قصیدہ کو اپنی کتاب ''نشان آسمانی'' میں درج فرما کر اپنی تائید میں پیش کیا۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ نے کتاب ''نشان آسمانی'' کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے واقعۃً سورج چاند گرہن کا آسمانی نشان اہل دنیا کو دکھا دیا۔ اس کے بعد حضرت مرزا صاحب کے مقابل فرضی اور جعلی مسیح و مہدی کی کیا حیثیت و اوقات رہ جاتی ہے۔ کاش اہل بہاء کو صداقت شناسی کی توفیق نصیب ہو۔　(جاری)

ضروری اعلان

تمام خریداران ماہنامہ انصار اللہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ سال رواں ختم ہونے میں دو ماہ باقی ہیں۔ ماہنامہ کے چندہ کی وصولی کے لئے یاددہانی کے خطوط بھجوائے جا چکے ہیں براہ کرم دسمبر ۲۰۰۰ء سے پہلے پہلے آئندہ سال کا چندہ بھجوا دیں۔

(مینجر ماہنامہ انصار اللہ)

تحریک وقف جدید۔ اہمیت اور تقاضے

از: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

پس منظر

حضرت مصلح موعود...... کے دل میں توحید کے قیام' دین حق کے غلبہ' بنی نوع انسان کی بھلائی اور اس کی عظمت کے قیام کے لئے ایک خاص جذبہ اور روح کار فرما تھی آپ کے یہ جذبات آپ کے ارشادات' تقاریر و خطبات کے علاوہ منظوم کلام میں بھی بڑے نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ کی دعاؤں اور بارگاہ ایزدی میں التجاؤں کا محور یہی سوچ تھی آپ کے دل میں دین کی ترقی و استحکام کی بے پناہ تڑپ اور خواہش تھی جو نئی نئی سکیموں کے اجراء کا باعث بنتی۔

انہی مقاصد کے حصول کے لئے آپ نے تحریک وقف جدید جاری فرمائی۔ چنانچہ مورخہ ۹ جولائی ۱۹۵۷ء کو بیت المبارک ربوہ میں عید الاضحیہ کے موقعہ پر خطبہ جمعہ میں آپ نے اس تحریک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہماری جماعت کے لئے اس ملک میں بھی ابھی صوفیاء کے طریق پر کام کرنے کا موقعہ ہے۔ جیسا کہ دیوبند کے قیام کے زمانہ میں ظاہری آبادی تو بہت تھی لیکن روحانی آبادی کم ہو گئی تھی۔ روحانی آبادی کی کمی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم نانوتوی نے دیکھ لیا تھا کہ یہاں اب روحانی نسل جاری کرنی چاہئے تا کہ یہ علاقہ اسلام اور روحانیت کے نور سے منور ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے بڑا کام کیا۔ جیسے ان کے پیر حضرت سید احمد صاحب بریلوی ؒ نے بڑا کام کیا تھا اور جیسے ان کے ساتھی حضرت اسمٰعیل صاحب شہید ؒ کے بزرگ اعلیٰ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ نے بڑا کام کیا۔ یہ سارے کے سارے لوگ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ درحقیقت ہر زمانہ کا فرستادہ اور خدا تعالیٰ کا مقرب بندہ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے (باقی انبیاء اپنے اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے) سید احمد صاحب ؒ سرہندی اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ؒ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی ؒ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ پھر دیوبند کے جو بزرگ تھے وہ اپنے زمانہ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے انہوں نے اپنے پیچھے ایک نیک ذکر دنیا میں چھوڑا ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے اور اس کی نقل کرنی چاہئے۔ سو آج بھی زمانہ ہے کہ ہمارے وہ نوجوان جن میں اس قربانی کا مادہ ہو کہ وہ اپنے گھر بار سے علیحدہ رہ سکیں بے وطنی میں ایک نیا وطن بنائیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ذریعہ سے تمام علاقہ میں........ نورِ ایمان پھیلائیں اپنے آپ کو اس غرض کے لئے وقف کریں۔ میرے

نزدیک یہ کام بالکل ناممکن نہیں بلکہ ایک سکیم میرے ذہن میں آرہی ہے۔ اگر ایسے نوجوان تیار ہوں جو اپنی زندگیاں تحریک جدید کو نہیں بلکہ میرے سامنے وقف کریں اور میری ہدایت کے ماتحت کام کریں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ خدمت ..... کا ایک بہت بڑا موقع اس زمانہ میں ہے جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی'' کے زمانہ میں تھا۔ یا جیسا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی'' اور دوسرے صوفیاء یا اولیاء کے زمانہ میں تھا۔'' (خطبات محمود جلد دوم صفحہ ۴۰۲۔۴۰۳)

جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء پر اس تحریک کے حوالے سے اصلاح و رشد کے نظام کو وسیع کرنے کے لئے نوجوانوں کو زندگیاں وقف کرنے کی تحریک فرمائی نیز اس پر ہونے والے اخراجات کے لئے چندہ کی بھی تحریک فرمائی۔

وقف جدید کی غرض

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع اید اللہ تعالیٰ) نے ایک تقریب میں تحریک وقف جدید کی حقیقی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''وقف جدید کے قیام کا بنیادی مقصد دیہاتی جماعتوں کی تربیت و اصلاح ہے تاکہ ان کا رخ انحطاط سے موڑ کر از سر نو ترقی کی جانب پھیر دیا جائے۔ گویا جس طرح احمدیت ...... احیائے نو کی تحریک ہے اسی طرح نسبتاً محدود پیمانے پر وقف جدید احمدیت کے احیائے نو کی ایک تحریک ہے جس کے زیر انتظام دیہاتی علاقوں میں احمدیوں کے مذہبی' روحانی اور اخلاقی اقدار کو .... بلند تر کرتے چلے جانے کا عظیم الشان کام سرانجام دیا جاتا ہے۔ (ماہنامہ ''خالد'' اپریل ۱۹۶۴ء)

اہمیت و عظمت

اس مبارک الٰہی تحریک کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بانی تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... نے احباب جماعت کے نام اپنے پیغام میں فرمایا:۔

''میں آپ لوگوں کو برابر تحریک کرتا رہا ہوں کہ وقف جدید کو مضبوط بنانا ضروری ہے۔ لیکن اب تو کام کی وسعت کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالوں میں ترقی دی ہے وہاں آپ کو سلسلہ کی ترقی کے لئے بھی دل کھول کر چندہ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دے کہ آپ وقت کی آواز کو سنیں ...... خدا کرے کہ آپ آسمان کی آواز کو سنیں اور زمین کی آواز کو بھی سنیں ...... تاکہ آپ کو سرفرازی حاصل ہو۔'' (روزنامہ الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث'' نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء میں اس تحریک کی اہمیت کے پیش نظر دفتر اطفال وقف جدید کا اجراء فرمایا اور احمدی بچوں کو اس تحریک کی مالی قربانی میں حصہ

لینے کی تحریک فرمائی تا بڑوں کی طرف سے کوئی کمی بیشی ہو جائے تو بچوں کی قربانی اس خلا کو پر کر دے۔

وقف جدید رحمت کا دروازہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۶ء میں تحریک وقف جدید کو خدا تعالیٰ کی رحمت کا درواز قرار دیا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی رحمت کے بہت سے دروازوں میں سے رحمت کا ایک دروازہ جو ہم پر کھولا گیا ہے۔ وہ وقف جدید کا دروازہ ہے۔ اس نظام کے ذریعہ حضرت مصلح موعود ...... نے ہمارے لئے نیکیاں کرنے اور رحمتیں کمانے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ .... پس ہمیں چاہئے کہ اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ جدوجہد یا اجتہاد یا مجاہدہ ہم کریں ...." (الفضل ۴ جنوری ۱۹۶۷ء صفحہ ۴)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی باقاعدہ خدمات کا آغاز تحریک وقف جدید سے ہوا آپ کو لمبا عرصہ وقف جدید میں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نے اس تحریک کی برکات کے پیش نظر دسمبر ۱۹۸۵ء میں اسے عالمگیر بنا دیا اور خدا تعالیٰ کی اس رحمت میں سب کو داخل ہونے کا موقع دیا۔

تحریک وقف جدید کے تقاضے

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع اید اللہ تعالیٰ) نے اپنی موجود ذمہ داریوں سے پہلے ۱۹۶۴ء میں اس تحریک کے تقاضوں کے تعلق میں فرمایا:۔

"پس وقف جدید کو اگر آج ...... احمدیت کی کچھ خدمت کی توفیق مل رہی ہے تو کسی انسانی کوشش یا تدبیر کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا ایک چھینٹا ہے اور اس تائید آسمانی کی ایک جھلک ہے، جو مصلح موعود اور آپ کی جاری کرد تمام نیک تحریکات کو حاصل تھی اور ہیں اور رہیں گی۔ یہ اسی آسمانی پانی کا کرشمہ ہے کہ آج ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کھیتیوں کو جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آنسوؤں بلکہ خون سے سینچا تھا پھر سے ہرا بھرا ہوتے اور لہلہاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

اے مخلصین جماعت آپ ہی تو وہ گروہ ہیں جنہیں مل جل کر دین ...... کے سب بوجھ اٹھانے کی خدمت سونپی گئی۔ اور آپ ہی اربوں انسانوں کا وہ روحانی خلاصہ ہیں جنہیں یہ عظیم الشان سعادت نصیب ہوئی۔ پس اس راہ میں نہ تھکیں، نہ ماندہ ہوں بلکہ اپنی خوش بختی اور سعادت سمجھتے ہوئے اپنی اپنی توفیق اور استطاعت کے مطابق دین ...... کی خدمت سے حصہ پائیں! وقف جدید بھی اسی کارخانہ کی ایک شاخ ہے اور آپ کی قربانیوں کا انتظار کر رہی ہے!" (ماہنامہ "خالد" اپریل ۱۹۶۴ء)

حسن کارکردگی ناظمین اضلاع مجالس انصاراللہ پاکستان

سال ۲۰۰۰ء ۱۳۷۹ھش میں ناظمین اضلاع مجلس انصار اللہ پاکستان کی حسن کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اسناد خوشنودی کے حقدار قرار پائے ہیں۔ ان کے اسماء سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض منظوری ارسال کئے گئے جو حضور انور نے منظور فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزازات مبارک کرے۔ آمین

۱۔ نظامت ضلع کراچی اول ناظم ضلع: مکرم محمود احمد قریشی صاحب

۲۔ نظامت ضلع اسلام آباد دوئم ناظم ضلع: مکرم چوہدری عبدالواحد ورک صاحب

۳۔ نظامت ضلع سانگھڑ سوئم ناظم ضلع: مکرم رانا محمد سلیم صاحب

حسن کارکردگی مجالس انصاراللہ پاکستان

سال ۲۰۰۰ء ۱۳۷۹ھش میں مجلس انصاراللہ پاکستان کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے بعد حسن کارکردگی کے لحاظ سے علم انعامی کی حقدار اور پہلی دس مجالس کی فہرست حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوائی گئی ہے جسے حضور نے منظور فرمالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کے لئے اعزازات مبارک فرمائے۔ آمین

۱۔ مجلس انصاراللہ دارالسلام لاہور اول اور علم انعامی کی حقدار

۲۔ مجلس انصاراللہ ٹاؤن شپ لاہور دوئم

۳۔ مجلس انصاراللہ دارالحمد فیصل آباد سوئم

۴۔ مجلس انصاراللہ بیت الاحد لاہور سوئم

۵۔ مجلس انصاراللہ ربوہ چہارم

۶۔ مجلس انصاراللہ دارالذکر فیصل آباد پنجم

۷۔ مجلس انصاراللہ بیت التوحید لاہور ششم

۸۔ مجلس انصاراللہ مارٹن روڈ کراچی ہفتم

۹۔ مجلس انصاراللہ ماڈل کالونی کراچی ہشتم

۱۰۔ مجلس انصاراللہ اسلام آباد شمالی نہم

(صدر مجلس انصاراللہ پاکستان)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

صلح ۱۳۸۰ ہش

جنوری ۲۰۰۱ء

جلد نمبر--------۴۲

شمارہ نمبر--------۱

اس شمارہ میں

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالصدر جنوبی چناب نگر ربوہ

شرح چندہ

پاکستان: ---------- ستر روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ: ------ سات روپے

نتیجہ امتحان سہ ماہی سوم ۲۰۰۰ء مجلس انصاراللہ پاکستان

مجلس انصاراللہ پاکستان کے امتحان سہ ماہی سوم ۲۰۰۰ء میں خداتعالیٰ کے فضل سے ۳۱۵ مجالس کے ۳۹۱۲ انصار نے شرکت کی توفیق پائی۔ مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

اول	مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب	نارتھ کراچی
دوم	مکرم عبدالمنان محمود صاحب	نارتھ کراچی
سوم	مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب	دارالذکر فیصل آباد

درج ذیل انصار نے اس امتحان میں خصوصی گریڈ اے حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی ان کے اسماء یہ ہیں۔

ربوہ: مکرم حکیم نسیم احمد سیالکوٹی دارالنصر غربی الف۔ ملک عبدالرشید صاحب دارالعلوم شرقی حلقہ نور۔ مکرم عبدالسلام طاہر صاحب ناصر آباد غربی۔ ماسٹر محمد ابراہیم شاد صاحب علوم غربی حلقہ ثناء۔ مکرم محمد عبدالماجد صدیقی گولبازار۔ ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب کوارٹرز تحریک جدید۔ مکرم محمد سعید انصاری صاحب کوارٹرز تحریک جدید۔ ملک محمد اعظم صاحب دارالعلوم غربی حلقہ صادق۔ مکرم مرزا غلام رسول صاحب دارالبرکات ربوہ۔ مکرم محمد عبداللہ قریشی ہاشمی دارالصدر شرقی۔ مکرم عبدالباسط خاں صاحب دارالرحمت شرقی الف۔ مکرم مبارک احمد خاں دارالنصر شرقی ربوہ

کراچی: مکرم سید محمود احمد شاد بخاری گلشن اقبال غربی۔ مکرم حمید الدین احمد ماڈل کالونی۔ مکرم عبدالرشید سماٹری عزیز آباد۔ مکرم منصور احمد لکھنوی گلشن اقبال شرقی۔ یعقوب احمد بٹ ڈرگ کالونی۔

لاہور: مکرم محمد رمضان صاحب سلطان پورہ۔ مکرم محمد سلیم اختر سلطان پورہ۔ مکرم سید محمد شاہ صاحب ٹاؤن شپ۔ مکرم محمد سعید اشرف صاحب مغل پورہ۔ مکرم رفیق احمد ساہی صاحب فیصل ٹاؤن۔ مکرم شیخ مامون احمد بیت الاحد۔ مکرم شمیم احمد صدیقی بیت الاحد۔ مکرم محمد منظور احمد خاں ایاز بیت الاحد۔ مکرم پروفیسر شیخ عبدالماجد صاحب۔

فیصل آباد: ڈاکٹر بشیر حسین تنویر صاحب دارالحمد۔ مکرم محمد اصغر عتیق صاحب دارالحمد۔

متفرق: مکرم عبدالمجید زاہد صاحب کنری تھرپارکر سندھ۔ مکرم عبدالمنان فیاض صاحب اسلام آباد شرقی۔ مکرم مسعود عامر صاحب سبزہ زار راولپنڈی صدر۔ مکرم محمد نذیر احمد صاحب کنڈن سیاں سیالکوٹ۔ مکرم رشید احمد ارشد صاحب دھرکنہ ضلع چکوال۔ مکرم ڈاکٹر ناصر احمد جاوید حافظ آباد۔ مکرم عزیز امجد طاہر صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ مکرم شمس الدین سیال صاحب اوکاڑہ۔ مکرم محمد یعقوب امجد صاحب کھاریاں۔ مکرم محمود مجیب اصغر صاحب پشاور۔ مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب سیالکوٹ شہر۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک کرے اور ان کو علم وفضل میں ترقی کرنے اور اپنی رضا کی راہوں پر آگے بڑھنے کی توفیق عطاء کرے آمین۔

ڈاکٹر عبدالخالق خالد قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

نصاب مرکزی امتحانات ۲۰۰۱ء قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

نصاب سہ ماہی اوّل (جنوری تا مارچ ۲۰۰۱ء)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۲ نصف دوم ۲۔ کتاب ''تجلیات الٰہیہ'' از حضرت مسیح موعودؑ

۳۔ کتاب ''معیار صداقت'' از حضرت مصلح موعود

نصاب سہ ماہی دوم (اپریل تا جون ۲۰۰۱ء)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۳ نصف اوّل ۲۔ کتاب ''راز حقیقت'' از حضرت مسیح موعود

۳۔ کتاب ''حضرت مسیح موعود کے کارنامے'' از حضرت مصلح موعود

نصاب سہ ماہی سوم (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۳ نصف آخر ۲۔ کتاب ''استفتاء'' از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳۔ کتاب ''منصب خلافت'' از حضرت مصلح موود

نصاب سہ ماہی چہارم (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۴ نصف اوّل ۲۔ کتاب ''توضیح مرام'' از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳۔ کتاب ''سیرت حضرت مسیح موعودؑ'' از حضرت مصلح موعود

محترم چوہدری ولی محمد صاحب امیر حلقہ نڑوالا بنگلہ ضلع فیصل آباد کی وفات

مورخہ ۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ء کو محترم چوہدری ولی محمد صاحب صدر جماعت احمدیہ چک ۳۳ ج۔ب وامیر حلقہ نڑوالا بنگلہ ضلع فیصل آباد بعارضہ فالج طویل علالت کے بعد بعمر ۷۶ سال وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محترم چوہدری صاحب ۱۹۵۰ء کے جلسہ سالانہ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ایک مخلص اور فدائی احمدی تھے ایک لمبا عرصہ مقامی صدر جماعت اور امیر حلقہ کے طور پر خدمت دین کی توفیق پائی آپ نظام وصیت میں بھی شامل تھے۔ یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو بیت المبارک ربوہ میں نماز جنازہ کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ موصوف نے چھ بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے ہیں آپ کے بڑے بیٹے مکرم جاوید احمد جاوید صاحب مربی سلسلہ احمدیہ اصلاح وارشاد مقامی میں خدمات بجالا رہے ہیں اور ماہنامہ انصاراللہ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی ہیں۔ ادارہ ماہنامہ انصاراللہ اس سانحہ ارتحال پر اپنے رفیق کار مکرم جاوید احمد جاوید صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر ان کے دیگر برادران اور عزیز واقارب سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب خاص میں جگہ دے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین (ادارہ)

آپ کے خطوط

○ مکرم منور احمد صاحب گلاسکو سے اپنے مکتوب ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں لکھتے ہیں :۔

''......رسالہ کے بعض عناوین تو مستقل ہیں۔ مثلاً امام الکلام اور کلام الامام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی و فارسی کلام کے چند اشعار اور ان کا خوبصورت ترجمہ ہر صاحب ذوق کیلئے موجبِ وجد ہوتا ہے۔ ماہ نومبر ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں مکرم رانا مبارک علی صاحب ساہیوال نے اپنے قبول احمدیت کے جو دلچسپ اور ایمان افروز حالات تحریر کئے ہیں۔ ان کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ قبول احمدیت کے بعد جہاں انہیں بہت سی مشکلات اور ابتلاؤں سے گذرنا پڑا وہیں ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ انہیں ہر امتحان و آزمائش میں سرخرو کرتا چلا گیا۔ اور ان کا یہ لکھنا کہ '' کچھ نہیں تھا میرے پلے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نوازش بس بلّے بلّے'' بہت صحیح ہے۔ مشکلات سے بھرپور ابتلاء اور مخالفتیں تو مومن بندہ کے ایمان کی بلندی اور مضبوطی کا باعث ہوتی ہیں......اسی طرح مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب کے قلم سے ''بہاء اللہ کی مسیحیت'' کے جو پرخچے اڑائے جا رہے ہیں اور جس مدلل اور مبسوط انداز سے ماہنامہ نفحات کے مضمون نگار کو جواب دیا جا رہا ہے وہ اگر بعد میں کتابی شکل میں شائع ہو جائے تو یہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں گرانقدر اضافہ ہوگا۔..... ازدیادِ ایمان کیلئے ''قبولِ احمدیت'' کے عنوان کو بھی مستقل حیثیت دے دیں تو میرا خیال ہے کہ رسالہ انصاراللہ کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔

منور احمد

گلاسکو (سکاٹ لینڈ)

○ مکرم ناصر احمد رفیق صاحب مربی سلسلہ احمدیہ لکھتے ہیں۔

''ماہ دسمبر ۲۰۰۰ء کا انصاراللہ کا پرچہ دیکھا ماشاء اللہ پہلے سے مزید بہتر ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ آمین۔ پرچے میں جہاں ۱۹۸۳ء کے آخری جلسہ سالانہ پاکستان کی تصویری جھلکیاں دیکھ کر پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ وہاں سانحہ گھٹیالیاں کے متعلق اخبارات کے پرچے ایک دفعہ پھر آنکھوں کے سامنے آئے اور آنکھوں سے آنسو باوجود ضبط کرنے کے نکلے۔ راہ مولیٰ میں قربان ہونے والوں کی تصاویر دیکھ کر ان کے لئے اور ان کے اہل خانہ کے لئے دل کی تہوں سے دعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ احمدیت کی خاطر راہ مولا میں ان قربان ہونے والوں کو بلند درجات عطا فرمائے......۔ خدا کرے ماہنامہ انصاراللہ اسی طرح جاری و ساری رہے اور جماعت کے احباب کے علمی اضافے کا موجب بنتا رہے۔ آمین۔

○ مکرم عبدالکریم قدسی صاحب رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور لکھتے ہیں۔

''انصاراللہ دیکھا بہت پسند آیا۔ راہ مولا میں جان قربان کرنے والوں کے حالات و تصاویر نے پلکوں کو بوجھل کر دیا۔ جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء کی مکمل تصویر نے پرانی یادوں کو پھر تازہ کر دیا۔''

قارئین درستی فرمالیں: شمارہ دسمبر ۲۰۰۰ء کے صفحہ ۱۸ پر نظم اھلاً وسھلاً...... کے پہلے اور دوسرے شعر کے پہلے دونوں مصرعوں میں لفظ ''اَنْکَ'' حذف کر دیا جائے۔ نیز پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ کا ترجمہ استعال کی بجائے ''استقبال'' تیسرے شعر کے پہلے مصرعہ کا ترجمہ ''ہم پورے خلوص کے ساتھ اپنے دل فرش راہ کرتے ہیں کیونکہ'' اور دوسرے مصرعہ میں وہاں کی بجائے ''ہاں'' اور نویں شعر کے پہلے مصرعہ میں ''الزُّرْز'' درست کر لیا جائے۔ ادارہ ان اغلاط پر معذرت خواہ ہے۔

تخت ہزارہ کے جاں نثاروں کی نذر

کر رہا ہے چاند بھی شاید اُسے جھک کر سلام
دیکھنا ہے ان پانچ تاروں کی زمین کو دیکھنا!

پل رہی ہے موت کی آغوش میں تازہ حیات
ان فدا کاروں کے کارِ دِلنشیں کو دیکھنا!

یہ وہ رانجھے ہیں نہیں ہے ہیر کی جن کو طلب
دیکھنا اِن کی نِگاہِ دُوربیں کو دیکھنا!

آسماں تارے نچھاور کر رہا ہے ہر گھڑی
"تخت" کے ان پانچ تاروں کی زمین کو دیکھنا!

آنکھ سُورج کی بھی جس کو دیکھ کر خیرہ ہوئی
مرنے والوں کی ذرا نابِ جَبیں کو دیکھنا!

دیکھ کر شرما رہی ہے خُود بخود قوس قُزح
خون سے لِتھڑی ہوئی چینِ جَبیں کو دیکھنا!

ڈوب کر جن کی ہوئی تابندگی تابندہ تر
ڈوبنے والے ستاروں کی جَبیں کو دیکھنا!

لالہ وگل کس طَرف ہیں؟ خاروخس ہیں کس طرف
اِس زمین کو دیکھ کر، پھر اُس زمیں کو دیکھنا!

لالہ وگل کس طرف ہیں؟ خاروخس ہیں کس طرف
اس زمیں کو دیکھ کر، پھر اس زمیں کو دیکھنا!

دیکھنا پہلے تو اُن کی وہ رہ عَینُ الیقین
بعد ازاں پھر منزل حقُ الیقین کو دیکھنا!

مالکِ خِرمَن کو پہلے دیکھ لینا اِک نظر
بعد ازاں پھر میرے جیسے خوشہ چیں کو دیکھنا!

تو نے دیکھا زِندگی کا بارہا حُسن و جمال
کھول کر آنکھیں ذرا مرگِ حسیں کو دیکھنا!

دیکھنا ان کا لہو آئینہ تاریخ میں
آنے والے دَور میں نقشِ حسین کو دیکھنا!

عبدالسلام اسلام

تخت ہزارہ ضلع سرگودھا میں ظلم و وحشت کا دردناک واقعہ

راہ مولیٰ میں پانچ مبارک وجودوں نے جان کی قربانی دی

نیم جان اور زخمی افراد کے چہرے مسخ کردئے گئے: اخبارات کے آئینہ میں

۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء کی شب ظلم و بربریت کی ایک تاریک رات تھی جب تخت ہزارہ کی پر امن فضا چند مذہبی جنونیوں نے مکدر کردی۔۔۔۔ جہاں انسانیت کا تقدس پامال ہوا۔۔۔۔ جہاں اللہ کے گھر کو نذر آتش کرکے اور توڑ پھوڑ سے بے حرمتی کی گئی اور بیت الذکر کی حفاظت پر مامور احباب کے خون کو بے دردی سے بہایا گیا۔۔۔۔ بالآخر پانچ عاشقان پاک طینت نے راہ مولیٰ میں جان کی قربانی دے دی۔

خدا کے گھر کی حفاظت کا فرض ادا کرتے ہوئے سرفروشوں نے جان کا نذرانہ تو پیش کردیا مگر یہ ان کی زندگی کا اختتام نہیں۔۔۔۔ یہ ان کی زندگی کی شام نہیں۔۔۔۔ وہ دائمی زندگی کے وارث ٹھہرے' ان پر صبح دوام زندگی طلوع ہوئی۔ یہی وہ موت ہے جس میں قومی حیات مخفی ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اسی قومی حیات کا ذکر فرمایا ہے۔

زیر ایں موت است پنہاں صد حیات

قارئین کرام! تخت ہزارہ کی امن و آشتی کی سرزمین میں جس بربریت کا مظاہرہ کیا گیا اخبارات و رسائل کے آئینہ میں اس کی روداد ملاحظہ فرماویں۔

Herald
Volume 31/
Number 12
December 2000
Regd. SS-061
Price Rs. 60

CURRENT EVENTS

Five Ahmedis killed in sectarian clash

A clash between the Ahmedi and Sunni communities in the village of Takht Hazara near Sargodha left five dead and at least four injured. The incident took place on November 10. All the dead belonged to the Ahmedi community. This was the second incident in which Ahmedis have been killed in recent weeks. Earlier, on October 30, five Ahmedis were gunned down in a terrorist attack in a village near Pasrur.

However, this incident was rooted in a territorial dispute concerning the construction of an Ahmedi mosque, Darul Zikar. Police said violence erupted when local activists of the Tehrik-i-Khatam-i-Nabuwat, led by Athar Shah, had an exchange of hot words with some members of the Ahmedi community. Shah was leading a children's rally against the construction of the Darul Zikar. He was stopped for raising anti-Ahmedi slogans by local Ahmedis. Shah was overpowered by the Ahmedi youths who beat him up and detained him at a neighbouring Darul Zikar.

Those accompanying Shah in the protest reported to other members of the Sunni community that he had been killed by the Ahmedis. A large number of people chanting anti-Ahmedi slogans gathered outside the Darul Zikar where Shah was detained. The Ahmedis locked the doors of the Darul Zikar from inside and gathered on the rooftop. Both the communities, the police claimed, pelted stones at each other for several minutes. Later, the attackers razed the boundary walls to the ground and set the Darul Zikar on fire. The people present in the compound rushed out in panic and were hit by stones and batons by the activists of the Tehrik-i-Khatam-i-Nabuwat. One person died on the spot while four were received dead on arrival at a nearby hospital. Meanwhile, Athar Shah was admitted to the Allied Hospital in Faisalabad with serious injuries.

A judicial inquiry into the incident has been ordered by the Punjab governor. A senior government official admitted to the *Herald* that the police were aware of the rising tension in the area, but did nothing to control the situation. ■

— Azmat Abbas

(ترجمہ) ماہنامہ دی ہیرلڈ کراچی۔ دسمبر ۲۰۰۰ء

فرقہ وارانہ تصادم۔ پانچ احمدی قتل کردیئے گئے

سرگودھا کے نزدیک تخت ہزارہ گاؤں میں احمدی اور سُنی فرقوں کے مابین تصادم کے نتیجہ میں پانچ احمدی قتل کر دیئے گئے۔ جب کہ کم از کم چار کو زخمی کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۰۔ نومبر ۲۰۰۰ء کو پیش آیا۔ ہلاک ہونے والے تمام افراد کا تعلق احمدیہ فرقہ سے ہے۔ دو ہفتوں کے اندر یہ دوسرا واقعہ ہے جس میں احمدیوں کو قتل کیا گیا ہے۔ قبل ازیں ۳۰۔ اکتوبر کو پسرور کے قریب گاؤں گھٹیالیاں کی احمدیہ عبادت گاہ پر دہشت گردی کے واقعہ میں پانچ احمدیوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔

تخت ہزارہ کے اس واقعہ کی بنیادی وجہ زمین کا تنازعہ بیان کی جاتی ہے۔ جس پر احمدیہ عبادت گاہ تعمیر شدہ ہے۔ پولیس کا بیان ہے کہ تحریک ختم نبوت کے کارکنوں نے مقامی مولوی اطہر شاہ کی قیادت میں جب احمدی برادری کے ارکان سے سخت الفاظ کا تبادلہ کیا تو تشدد بھڑک اٹھا۔ اطہر شاہ نے چھوٹے بچوں کا جلوس نکالا اور احمدی عبادت گاہ کے پاس پہنچ کر احمدیوں کے خلاف نعرہ بازی شروع کر دی تو احمدیوں نے اس کو مخالفانہ نعروں سے منع کیا اور چند احمدی نوجوانوں نے مبینہ طور پر اطہر شاہ کو قابو کر کے پیٹا اور دارالذکر سے ملحق جگہ پر اسے محبوس کر دیا۔ اطہر شاہ کے ساتھیوں نے سُنی لوگوں میں مشہور کر دیا کہ اطہر شاہ کو احمدیوں نے قتل کر دیا ہے۔ اس پر بہت سے لوگ احمدیوں کے خلاف نعرہ بازی کرتے ہوئے دارالذکر کے پاس جمع ہو گئے احمدیوں نے اپنی عبادت گاہ کو اندر سے بند کر لیا اور خود اُوپر چھت پر جمع ہو گئے۔ پولیس کے مطابق دونوں فرقوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا۔ بعد میں حملہ آوروں نے دارالذکر کے احاطہ کی دیوار گرا دی اور احمدیہ عبادت گاہ کو آگ لگا دی۔ عبادت گاہ کے اندر موجود لوگ (احمدی) خوف زدہ ہو کر باہر صحن کی طرف بھاگے تو ختم نبوت کے کارکنوں نے ان پر پتھر اور ڈنڈے برسائے۔ ایک احمدی کو موقع پر ہی قتل کر دیا گیا جب کہ چار احمدی شدید زخمی قریبی ہسپتال پہنچنے سے قبل ہی دم توڑ گئے۔ اطہر شاہ کو فیصل آباد لے جا کر الائیڈ ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔

پنجاب کے گورنر نے اس واقعہ کی جوڈیشنل انکوائری کا حکم دے دیا ہے۔ حکومت کے ایک اعلیٰ افسر نے ''ہیرلڈ'' کو بتایا کہ علاقہ میں بڑھتی ہوئی تناؤ کی صورتِ حال سے پولیس آگاہ تھی لیکن اس نے بگڑتے ہوئے حالات کو کنٹرول کرنے کی کوشش نہیں کی۔ (رپورٹ عظمت عباس) (ترجمہ از ایم۔ ایس۔ خالد صاحب)

December 3, 2000
THE NEWS
ON SUNDAY

Once the abode of love...

Sectarian violence continues to pose a grave challenge to the administration. *Arif Shamim* reports on one such incident which took place in Takht Hazara

On the night of November 10, 2000, the Ahmedi community of Takht Hazara, a small village in the Sargodha district, suffered the worst-ever attack in the area. Their attackers were people with whom they had been living for decades. A 100-strong mob attacked the Ahmedis' beit-ul-zikr, killing six worshippers. In the ensuing clash about a dozen people from both sides were also injured.

A detailed investigation of the incident revealed that there was no significant event that initiated the bloodshed. However, it could have been incited by the anti-Ahmedi drive spearheaded by Maulana Ather Hussain Shah of Almi Majlis Tafuz-e-Khatm-e-Nabuwwat. According to the Majlis people, Shah was beaten up by Ahmedis when he led a procession of about 200 people and shouted anti-Ahmedi slogans in front of the beit-ul-zikr.

"When the procession led by Athar Shah reached the Ahmedi place of worship, they dragged him inside and started beating him up. Within no time a rumour that Shah had been killed spread like wild fire and there was even announcements from mosques calling upon the faithful to revenge Shah's murder. This enraged the Muslim community and the attack subsequently caused the murder of the Ahmedis," Syed Ali Aust, Assistant Commissioner, Bhalwal told *The News on Sunday* in a talk last week.

"Rumours spread that an Ahmedi had mockingly told Ismail that God had punished him as the residents of village cursed the Ahmedis and their leaders. Consequently, Ather Shah started campaigning against them," a resident of the village and a member of the Jamaat-e-Islami told *TNS* on condition of anonymity.

The Ahmedis reject these allegations. They believe that it was nothing but the hatred of one man and his group towards them that led to this incident. "We don't incite trouble; why should we when we know that we are a vulnerable minority," said Mansoor Ahmed Mansoor, president of Takht Hazara Ahmedi community, whose son Mudassar, 15, was murdered in the attack.

He alleged that Ather Hussain Shah was a known drug addict, had links with the local goons and had never been a religious man. "After coming to the village about two years ago, Ather opened a quack shop which was used as an anti-Ahmedi propaganda headquarter. Ather would always carry an axe with him and use it as a stick. On the day of the attack, along with his accomplices, he broke the door of the beit-ul-zikr with that axe," he said.

He denied that any remarks were made against Ismail, Ashraf Lohar's son or that Ather Hussain was beaten. "Our faith preaches tolerance and even after that horrific incident we are still sticking to that belief."

"Members of the Ahmedi community told *TNS* that just before the tragic incident on November 10, there were about 40 men and one woman present in the beit-ul-zikr. After having said their evening prayers, most of them departed, leaving only about eight people inside. The closed wooden door was forcibly opened by the attackers, who went on a rampage, using the loudspeakers of the nearby mosques to announce that Ather Shah had been killed.

The scared Ahmedis climbed on to the roof. Arif Mahmood, Nazir Ahmed, Master Ahmed, Mubarak Ahmed were amongst those who ran to the roof and were subsequently killed on the ul-zikr into the street. They [the attackers] were so overcome by rage that they violated the sanctity of the dead bodies," Afzal said.

Behind the apparent sectarian motive there also lies a deep-rooted feud over the land on which the beit-ul-zikr was built. The one kanal-five-marla area is said to be the bone of contention since the time Ather arrived in the village, about two years ago. In a petition with the local administration, he contended that the land was the property of the central government and should be taken away from Ahmedis and auctioned. The inquiry committee, consisting of a tehsildar and two SHOs, ruled that it was the property of the Ahmedis but forbade the latter from adding any new construction on the adjacent land Ahmedis claim as their property. There are about 12 shops on the property of beit-ul-zikr, rented out to both Ahmedis and non-Ahmedis.

According to Mansoor, the Ahmedis bought the land from a local landlord, the brother of a numberdar, in 1968. "His son is alive and has testified to it but still we cannot build anything on our land," lamented Mansoor.

Meanwhile, Ather Hussain Shah is being treated at the Allied Hospital, Faisalabad. Doctors at the hospital said that he was out of danger, but did not allow a meeting with him.

spot, while Mudassar and another man died in the Midh Ranjha Hospital. A part of beit-ul-zikr and its walls were completely destroyed and the praying hall was burned, which resulted in the burning of the holy books, furniture and other articles. The injured were taken to Rabwah Fazal Hospital where they are said to be out of danger.

Villagers say that whatever happened was just madness and in that fit of madness the majority lost control. "Our brothers from the minority sect did not deserve such wrathful treatment, but compassion. We all believe in that but we don't have courage to come out and condemn the act openly. Let God give us sanity," said a shopkeeper who didn't want to be named.

But in the village of 4000, there is one individual who has the courage and consciousness to speak out openly. She is Shakooran Begum, a Sunni Muslim, who helped her Ahmedi neighbours and is constantly in touch with the families. "We have been living together for ages, we have been sharing each other's grief, sorrow and happiness. I think that they have been mistreated and need our bold support."

Her loud voice symbolises hope in the village of Ranjha, the epitome of love in Punjabi poetry. ◆

ترجمہ

تختِ ہزارہ امن و آشتی کا گہوارہ؟

فرقہ وارانہ تشدد انتظامیہ کے لیے چیلنج

تخت ہزارہ کے سانحہ پر 'دی نیوز' کے عارف شمیم اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

دس نومبر ۲۰۰۰ء کی رات' ضلع سرگودھا کے ایک چھوٹے سے گاؤں تخت ہزارہ۔ کی جماعت احمدیہ کے افراد کو اس نوع کے پہلے بد ترین حملہ سے جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان پر حملہ آور وہی لوگ تھے جو ان کے ساتھ عشروں سے رہائش پذیر تھے۔ ایک سو افراد کے بے قابو ہجوم نے احمدیوں کی عبادت گاہ:..... بیت الذکر...... پر حملہ کر کے پانچ عبادت گذاروں کو قتل کر دیا۔ اور بعد کے تصادم میں دونوں اطراف کے ایک درجن افراد زخمی ہو گئے۔

ایک تفصیلی تحقیقی رپورٹ سے یہی امر ثابت ہوتا ہے کہ اس نوعیت کے سنگین خون خرابہ کی کوئی ٹھوس بنیاد یا وجہ موجود نہیں تھی۔ تاہم مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولوی اطہر حسین شاہ نے ایک نیزہ بردار کا کردار ادا کر کے احمدیوں کے خلاف اشتعال ضرور پیدا کیا۔ مجلس تحفظ والوں کا کہنا ہے کہ جب اطہر شاہ نے دو صد کے جلوس کے ساتھ احمدیہ عبادت گاہ کے سامنے جا کر ان کے خلاف نعرہ بازی کی تو احمدیوں نے شاہ کو اپنی بیت الذکر کے اندر لے جا کر مارا پیٹا۔ تو فوراً ہی یہ افواہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ شاہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی قریبی مسجد سے اعلان ہونے لگے کہ شاہ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اہل ایمان (مسلمان) پہنچ جائیں۔ اس طرح مسلمان مشتعل ہو کر حملہ آور ہوئے جس کے نتیجہ میں احمدی قتل ہوئے۔ یہ بات بھلوال کے اسسٹنٹ کمشنر سید علی نے دی نیوز سے بات چیت کرتے ہوئے گذشتہ ہفتہ بتائی۔ لیکن گاؤں کے باشندے کہانی بیان کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اطہر شاہ کی احمدیوں سے مخاصمت ہی اس کی پہچان رہی ہے۔ 'سات نومبر کو گاؤں کے ایک لڑکے اسمٰعیل کا ہاتھ مشین میں آ کر کٹ گیا تو یہ بات گاؤں میں پھیلا دی کہ ایک احمدی نے طنزاً کہا ہے کہ اسمٰعیل کو خدا کی طرف سے یہ سزا ملی ہے کیونکہ گاؤں کے لوگ احمدیوں یا ان کے لیڈروں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس افواہ پر اطہر شاہ نے احمدیوں کے خلاف اپنی منصوبہ بندی / کارروائی شروع کر دی' یہ بات گاؤں کے ایک باشندہ کے علاوہ جماعت اسلامی کے ایک رکن نے بھی 'دی نیوز' کو اس شرط کے ساتھ بتائی کہ نام نہ ظاہر کئے جائیں۔ احمدی افراد ان الزامات کو مسترد کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ صرف ایک شخص شاہ اور اس کے چند حواریوں کا احمدیوں کے خلاف 'یک طرفہ نفرت انگیز کارروائیوں کا نتیجہ ہے اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے'۔

تخت ہزارہ کی جماعت احمدیہ کے صدر منصور احمد صاحب منصور' جن کا پندرہ سالہ لڑکا مدثر بھی اسی حملہ میں قتل کر دیا گیا' نے کہا کہ ہم کسی کو ایذا، دینے یا برانگیختہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہم ایسا کیوں کریں گے جب کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری محدود سی حقیر تعداد کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی' آپ نے الزام لگایا کہ اطہر حسین شاہ ایک جانا پہچانا منشیات کا عادی شخص ہے اور جس کا علاقہ کے غلط کار لوگوں سے تعلق ہے۔ لیکن وہ کبھی بھی مذہبی آدمی نہیں رہا۔ 'تقریباً دو سال قبل گاؤں میں آ کر اس نے جعلی طبابت کی دکان کھول کر اسے احمدیوں کے خلاف ایک اڈہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اطہر ہمیشہ اپنے ہاتھ میں ایک کلہاڑی رکھتا تھا جسے وہ اپنی چھڑی کے طور پر بھی استعمال کرتا۔ اور جب اس نے اپنے شریک جرم ہمراہوں کے ساتھ احمدیہ عبادت گاہ پر حملہ کیا تو اس نے اپنی اسی کلہاڑی سے عبادت گاہ کا لکڑی کا دروازہ توڑا تھا' منصور احمد نے اس بات کی تردید کی کہ اشرف لوہار کے بیٹے اسمٰعیل کے خلاف کوئی بات کی گئی یا اطہر حسین کو پیٹا گیا۔ 'ہمارا مذہب ہمیں صبر و برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس خوفناک وحشیانہ حادثہ کے بعد بھی ہم اپنی مذہبی تعلیم پر عمل پیرا ہیں' صدر جماعت احمدیہ نے آگاہ کیا۔

ایک دوسرے احمدی افضل محمود جن کے بھائی عارف محمود عمر ۳۲ سال اور والد نذیر احمد عمر ۶۵ سال کو بھی قتل کیا گیا' نے بتایا کہ دونوں کو ذبح کرنے کے طریق پر قتل کیا گیا۔ اور قتل کرنے کے بعد بھی حملہ آور اتنے غضبناک اور خوف خدا سے بے نیاز تھے کہ بے جان انسانی جسموں

کی حرمت کا بھی کچھ پاس نہ کیا اور عبادت گاہ کی دوسری منزل کی چھت سے دونوں...... جسموں کو نیچے سڑک پر پھینک دیا' بظاہر اس مذہبی یا فرقہ وارانہ واقعہ کے پیچھے اصل وجہ ۲۵ مرلہ کا وہ قطعہ زمین ہے جس پر احمدیہ بیت الذکر تعمیر شدہ ہے۔ زمین کا یہ جھگڑا دو سال قبل اس وقت شروع ہوا جب اطہر شاہ اس گاؤں میں آیا۔ اور آتے ہی مقامی انتظامیہ کو درخواست دے دی کہ یہ زمین مرکزی حکومت کی ملکیت ہے لہٰذا احمدیوں سے واپس لے کر اسے نیلام کیا جائے۔ اس پر ایک انکوائری کمیٹی بنائی گئی جو ایک تحصیل دار اور دو ایس ایچ اوز پر مشتمل تھی۔ کمیٹی نے فیصلہ دیا کہ یہ زمین احمدیوں کی ہی ملکیت ہے۔ لیکن احمدیوں کو اپنی عبادت گاہ کے ساتھ اپنی ملکیتی زمین پر مزید کچھ تعمیر کرنے سے روک دیا گیا۔ احمدیہ عبادت گاہ سے ملحق بارہ عدد دکانیں بھی ہیں جو احمدی اور غیر احمدی افراد کو کرایہ پر دی ہوئی ہیں۔ منصور احمد کے مطابق احمدیوں نے یہ زمین ۱۹۶۸ء میں ایک مقامی زمیندار سے خریدی تھی جو ایک نمبردار   کا بھائی تھا۔ اس زمیندار کا لڑکا زندہ گواہ موجود ہے جو اس کی تصدیق کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم اپنی زمین پر کچھ تعمیر نہیں کر سکتے۔ منصور احمد نے دکھ بھرے لہجہ میں بیان کیا۔ ....

جماعت احمدیہ کے افراد نے ''دی نیوز'' کو بتایا کہ ۱۰ نومبر کے اس سنگین واقعہ سے کچھ دیر قبل تک تقریباً چالیس افراد احمدیہ عبادت گاہ میں موجود تھے۔ شام کی نماز کے بعد زیادہ تر احمدی اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور عبادت گاہ میں تقریباً آٹھ افراد رہ گئے جنہوں نے بیت الذکر کا کواڑ اندر سے بند کر لیا تھا۔ لیکن حملہ آوروں نے زبردستی لکڑی کے دروازے کو توڑ کر 'البیت' کے اندر آ کر عمارت اور سامان کی توڑ پھوڑ شروع کر دی۔ اور قریب کی مسجد کے سپیکر سے اعلان کر دیا کہ اطہر شاہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس اچانک حملہ سے خوف زدہ ہو کر نہتے احمدی 'البیت' کی چھت پر چڑھ گئے۔ عارف محمود' نذیر احمد' ماسٹر احمد' مبارک احمد بھی اوپر چھت پر جانے والوں میں شامل تھے پھر بھی ان سب کو چھت پر پیچھا کر کے قتل کر دیا گیا۔ جب کہ زخمی مدثر احمد کے علاوہ ایک اور شخص مدھ رانجھا ہسپتال میں پہنچ کر دم توڑ گئے۔ عبادت گاہ کے ایک حصے اور چار دیواری کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ اور نماز پڑھنے والے ہال کو آگ لگا دی گئی جس سے مقدس مذہبی کتب؟ سامان اور دوسری چیزیں جل کر راکھ ہو گئیں زخمی ہونے والے احمدیوں کو فضل عمر ہسپتال۔ ربوہ میں داخل کرایا گیا جہاں ان کی حالت خطرہ سے باہر بیان کی جاتی ہے۔

گاؤں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ جو کچھ بھی ہوا محض پاگل پن کی وجہ سے ہوا۔ اسی پاگل پن کے جوش نے اکثریتی فرقہ کو بے قابو کر دیا۔ ہمارے اقلیتی فرقہ کے بھائی اس قسم کے قہر آلود' غضبناک سلوک کے نہیں بلکہ ہمدردی و دلجوئی کے مستحق تھے۔ ہم سب اہل گاؤں کی یہی سوچ ہے۔ لیکن ہمارے اندر اس جرات کا فقدان ہے۔ اور ہم کھل کر پوری ہمت سے اس قسم کی حرکتوں پر تنقید نہیں کر سکے۔ خدا ہمیں عقل سمجھ عطا کرے۔' ان خیالات کا اظہار ایک مقامی دکاندار نے کیا۔

لیکن چار ہزار کی آبادی والے اس گاؤں میں ایک باشعور' عزم و ہمت اور جرات و اخوت کی پیکر شخصیت بھی موجود ہے' جس نے کھل کر انسانیت کا ساتھ دیا اور وہ ہے شکوراں بیگم۔۔۔ ایک باحوصلہ سنی مسلمان خاتون۔ جنہوں نے آگے بڑھ کر گاؤں کے نہتے احمدی خاندانوں کو ہر ممکن مدد پہنچائی اور ان کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم رکھا۔ انہوں نے کہا:۔

> ''ہم یہاں طویل عرصہ سے اکٹھے رہتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے دکھ سکھ خوشی غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ ان کے ساتھ زیادتی کا ناروا سلوک کیا گیا ہے۔ انہیں ہماری جرات مندانہ عملی حمایت کی ضرورت ہے۔''

تخت ہزارہ کی خاتون کی یہ بلند آہنگ پکار امید کا وہی پیغام دیتی ہے جو رانجھا کی پنجابی شاعری کا لب لباب اور خلاصہ یعنی باہمی پیار و محبت اور انسانیت ہے۔ (ترجمہ از ایم۔ ایس۔ خالد صاحب)

روزنامہ پنجاب نیوز (7) اتوار 12 نومبر 2000ء

سانحہ بھلوال
تحت ہزارہ سیل کر دیا گیا مکانوں کی چھتوں پر پولیس اور ایلیٹ فورس کے مورچے

تحت ہزارہ میں مارکیٹیں بند، لوگ گھروں میں دبک گئے، تحت کشیدگی کے باعث انتظامی افسروں نے علاقے کو مسکن بنالیا، پولیس، ایلیٹ فورس، رضاکار دستوں کا گشت، خفیہ اداروں نے تحقیقات شروع کر دیں

پولیس نے گھروں سے باہر نکلنے پر پابندی لگادی، نذیر احمد، عارف، ماسٹر ناصر، مدثر احمد، مبارک احمد کی نعشیں ورثاء کے سپرد، چناب نگر میں سپرد خاک، پولیس نے 22 افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا

تصادم مولانا اکرم طوفان، قاری علی احمد کی ایماء پر اطہر شاہ نے کرایا منور احمد، مولانا اطہر کو دوسرے روز بھی ہوش نہ آیا، تفتیش شروع کر دی، جلد گرفتاریاں کریں گے، ایس ایچ او

فیصل آباد (رپورٹنگ ٹیم، ظہیر احمد بابر + معظم رندھاوا، عدیل خیدر گھمن۔ حامد یاسین۔ علی میثم نقوی۔ تصاویر: سعید سوی) معروف رومانوی کردار رانجھا کی جائے پیدائش تحت ہزارہ میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین

باقی صفحہ 7 نمبر 44

بقیہ | سانحہ بھلوال | 44

ہونے والے تصادم کے بعد متاثرہ علاقہ سوگ میں ڈوب کر غم واندوہ کی تصویر بن گیا اداسی و مایوسی نے چاروں طرف ڈیرے ڈال لئے سو سے زائد دکانوں پر مشتمل مارکیٹیں بند ہو گئیں۔ کاروبار زندگی معطل ہو کر رہ گیا۔ قادیانیوں کی متاثرہ عبادت گاہ میں کہرام بپا ہو گیا۔ متاثرہ فریق کی سینکڑوں خواتین و حضرات اور بچوں نے آہ و بکا شروع کر دی۔ جبکہ اس سنگین واقعہ کے بعد علاقہ میں تحت کشیدگی اور ویرانی نے بھی ڈیرے ڈال لئے۔ صرف پولیس ایلیٹ فورس اور رضاکار دستوں کے باوردی جوان دکھائی دے رہے ہیں۔ ایک حساس خفیہ ادارے سمیت مختلف ایجنسیوں کے سفید پوشوں نے بھی سانحہ کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنا شروع کر دیں جبکہ ڈپٹی کمشنر سرگودھا یوسف عظیم کھوکھر اور ایس ایس پی ڈاکٹر عارف مشتاق سربراہی میں ہزاروں پولیس اہلکاروں نے تحت ہزارہ کے متاثرہ علاقہ کو اپنا مستقل مسکن بنالیا واقعہ کے دوسرے روز پولیس نے ایف آئی آر درج کر لی ہے۔ جبکہ شدید زخمی مولانا اطہر الائیڈ ہسپتال میں آخری اطلاعات آنے تک بے ہوش ہیں۔ جبکہ ان کے سر پر شدید چوٹیں آئی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق جب روزنامہ پنجاب نیوز کی رپورٹنگ ٹیم انوسٹی گیشن کے لئے تحت ہزارہ پہنچی تو وہاں پولیس اور ایلیٹ فورس کے بھاری دستے موجود تھے۔ اور انہوں نے قصبہ کا کنٹرول سنبھال رکھا تھا۔ علاقہ میں ہو کا عالم تھا اور ایلیٹ فورس کے جوانوں نے ہنگامی حالت سے نمٹنے کے لئے مکانوں کی چھتوں پر پوزیشنیں سنبھال رکھی تھیں۔ جبکہ پولیس کے دستے قصبہ میں گشت کر رہے تھے۔ جبکہ پولیس کے اعلیٰ حکام اور ضلعی انتظامیہ کے اعلیٰ افسران بھی موقع پر موجود تھے۔ قصبہ کے لوگوں کے مطابق پولیس نے گھروں سے باہر نکلنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ دوپہر ایک بجے حادثہ میں ہلاک ہونے والے قادیانیوں نذیر احمد عارف محمود، ماسٹر ناصر، مدثر احمد، اور مبارک احمد کی نعشیں پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی گئیں۔ جنہیں بعد ازاں چناب نگر (ربوہ) کے قبرستان میں دفنا دیا گیا تھانہ مرزا انجھا پولیس نے تصادم میں ہلاک ہونے والے مدثر کے والد منظور احمد منور کی درخواست پر بائیس افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی گئی ہے۔

ایف آئی آر کے مطابق یہ تصادم ختم نبوت سرگودھا کے عہدے داران مولانا محمد اکرم طوفان اور قاری احمد علی کی ایماء پر مولانا اطہر شاہ بخاری نے کروایا اور درجنوں افراد کے ساتھ مل کر عبادت گاہ میں داخل ہو کر تشدد اور ہنگامہ کیا۔ اور عبادت گاہ میں بچھی صفوں اور دوسرے سامان کو آگ لگا کر جلا دیا۔ جبکہ تصادم میں شدید زخمی ہونے والے مولانا اطہر شاہ بخاری کو دوسرے روز بھی ہوش نہیں آسکا۔ اور وہ اس وقت الائیڈ ہسپتال فیصل آباد کے علی وارڈ کے بیڈ نمبر 28 پر زندگی موت کی کشمکش میں ہیں۔ ایف آئی آر کے حوالے سے مقامی ایس ایچ او نے بتایا کہ انہوں نے ابتدائی تفتیش شروع کر دی ہے۔ اور جلد ہی گرفتاریاں شروع کر دی جائیں گی ایک پولیس افسر کے مطابق انہوں نے پورے قصبہ کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور لوگوں کو نقل مکانی کی اجازت نہیں۔ اور نہ ہی مقامی رہائشی افراد گھروں سے باہر آ رہے ہیں۔ پولیس افسر نے ایک سوال پر کہا کہ قصبہ کو گھیرے میں لینے کا مقصد یہ ہے کہ سانحہ کے ملزمان با آسانی قابو میں آسکیں ہمیں یقین ہے کہ ہم جلد اصل ملزمان کو سامنے لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اداریہ

مبارک صد مبارک

یکم جنوری ۲۰۰۱ء سے نئے سال، نئی صدی اور میلینیم کا آغاز ہوا۔ الحمدللہ کہ ہم نے اس نئے سال اور صدی میں قدم رکھنے کی توفیق پائی۔ اگر بیتے ہوئے ایام سال اور صدی بنی نوع انسان کے لئے سبق آموز بن جائیں اور انسان اپنا محاسبہ نفس کرے تو یقیناً انسانی اقدار میں ایک حسین انقلاب آ جائے۔ گزرے ہوئے ایام میں کیا کچھ کیا گیا اور کیا کرنا چاہئے تھا۔ ان دو امور کا ہی محاسبہ کر لیا جائے تو ذاتی اور اجتماعی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ نئے سال کے آغاز پر مبارک باد کے دعائیہ کلمات دل سے اٹھتے ہیں اگر یہی دعائیہ کلمات عملی زندگی کا حصہ بن جائیں تو باہمی محبت ہمدردی خیر خواہی اور ایثار سے انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو پالے گا۔

جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو جماعت احمدیہ کے ترجمان اخبار الحکم قادیان نے مبارک باد دیتے ہوئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا، حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانی ...... ایڈیٹر اخبار الحکم نے اپنے اداراتی کالم میں "ناظرین کو نئی صدی اور نیا سال مبارک ہو" کے عنوان سے تحریر فرمایا کہ

> "انیسویں صدی اور ۱۹۰۰ء کا خاتمہ ہوا۔ مبارک وہ جنہوں نے اس سال کو اپنا محاسبہ کر کے در حقیقت جانے نہ دیا اور قدرت کی اس آواز کی کہ وقت کی قدر کرو پوری قدر کی پھر مبارک وہ جنہوں نے اس نئے سال کو پایا اور گذشتہ سال کے گزرنے سے سبق سیکھ لیا کہ یہ بھی یونہی گزر جائے گا اس لئے بہتر ہے کہ اس کی قدر کریں اور اسے ضائع نہ کریں"　　(اخبار الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء)

اس وقت کتنے خوبصورت انداز میں "الحکم" نے مبارک باد کا پیغام دیا تھا۔ اس مبارک باد کو ایک صدی گزر چکی ہے۔ وقت کی آسمانی آواز "حکم وعدل" حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ بلند ہوئی اور دنیا کے کناروں تک پہنچی۔ وقت کی قدر کرنے والے آپ پر ایمان لا کر بہت بڑی سعادت پا گئے اور آسمانی برکات سے فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ آج کروڑوں انسان محبت الٰہی کے گیت گا رہے ہیں۔

اس نئی صدی اور نئے سال کے طلوع آفتاب کے ساتھ ہمارا ساری انسانیت کے لئے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامی الفاظ میں "مبارک صد مبارک" کا پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے جب آفتاب صداقت عین نصف النہار پر چمکے۔ آمین۔

DAILY PUNJAB NEWS
روزنامہ پنجاب نیوز
چیف ایڈیٹر سلطان محمود شیخ
فیصل آباد

12 نومبر 2000ء بروز اتوار 15 شعبان

مذہبی فسادات۔ علماء کیلئے لمحہ فکریہ

بھلوال میں مسلمانوں اور قادیانی فرقہ میں تصادم کے نتیجہ میں 5 افراد ہلاک ہو گئے، خبر کی تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ فریقین میں سے کسی نے بھی بردباری اور ہوشمندی کا ثبوت نہیں دیا، قادیانی فرقہ اپنے مذہب کی سچائی ثابت کرنے کیلئے بے تکی باتیں نہ کرتا، اور مسلمان عالم دین اور ذمہ دار حضرات اس بات کو آگے نہ بڑھاتے اور قادیانی فرقہ کی عبادت گاہ کے سامنے نعرہ بازی نہ کی جاتی تو اتنا بڑا نقصان نہ ہوتا، اقلیتی فرقے کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے تھا کہ مسلمان تو پہلے ہی ان کے بارے میں شکوک وشبہات رکھتے ہیں، اس لئے ایسی کوئی بات نہیں کہنی چاہئے جس سے مسلمانوں میں ان کے بارے میں پائے جانے والے شبہات کو تقویت ملے، اور مسلمان حضرات کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے، کہ پاکستان اس وقت دشمن ملکوں کی سازشی چالوں کے نرغے میں ہے لہٰذا وہ پاکستان میں کسی بھی بہانے فسادات برپا کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے اور مذہبی اختلافات کو ان مقاصد کیلئے سب سے موثر بنیاد بنایا جا سکتا ہے، اور یوں بھی اہل اسلام کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زیادہ بردباد ہونا چاہئے، جہاں تک مذہبی جذبات کے احترام کا تعلق ہے اکثریت اور اقلیت دونوں پر لازم ہے کہ وہ کسی کی دل آزاری نہ کریں، اسی طرح کا ایک واقعہ راولپنڈی میں پیش آیا، جہاں ایک مذہبی جماعت کے لٹھ برداروں نے مزار پر جاری خواتین کی محفل میلاد پر چڑھائی کر دی، ان سے قرآن پاک چھین لئے، اور خواتین کو گالیاں دیں، راولپنڈی کے اس واقعہ پر سنی علماء کو فکر مند ہونا چاہئے کہ یہ وہی رویہ ہے جسے ان کے خلاف تنقید کی بنیاد بنایا جاتا ہے، اور تنقید کی یہ بنیاد اپنے اندر مضبوط جواز بھی رکھتی ہے، اور بیرون ملک مسلمانوں کو بنیاد پرست کا نام دیتے ہوئے پراپیگنڈا کا نشانہ بنایا جاتا ہے، کہ ایک ہی مذہب سے تعلق رکھنے والے یہ لوگ جب ایک دوسرے کے جذبات کا احترام نہیں کرتے اور اس سلسلے میں دنگا فساد اور قتل وغارت تک آ جاتے ہیں تو ایسے ملک میں اگر بنیاد پرست برسر اقتدار آ گئے تو اقلیتی فرقوں کو تحفظ کی کیا ضمانت دی جا سکتی ہے، حالانکہ کسی معاشرے میں لڑائی اور قتل کے واقعات کی بنیاد محض مذہب نہیں بنتا، بلکہ اس بنیاد پر ہونے والے جھگڑوں اور تنازعات کا فی صد نکالا جائے تو یقیناً قتل وغارت اور جھگڑوں کی دوسری وجوہات کے مقابلے میں ہزار فیصد کم نکلیں گے، تاہم مذہبی جماعتوں کے خلاف یہ ایک حربہ ہے جسے اندرون و بیرون ملک استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے ہمارے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر فکر مندی کرتے ہوئے اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس کا تدارک کریں، تاکہ مخالفین کا منہ بند کیا جا سکے، کہ دین اسلام دین رحمت ہے، اس وقت ملک جن حالات سے گزر رہا ہے اس قسم کے فسادات کا بالکل متحمل نہیں ہو سکتا، دشمن ملک پاکستان میں فسادات پیدا کر کے موجود اختلافات کو ہوا دے کر اگر اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو جہاں یہ دو قومی نظریے کی نفی ہو گی وہاں نظریاتی بنیادوں پر بننے والے ملک اور سسٹم کے ناکام ہونے پر دلیل بن جائے گا، اس وقت حکومت کو دہشت گردوں کے خلاف جنگ درپیش ہے، اس کے ساتھ آئے روز کے عوامی تنازعات ہیں اگر فرقہ وارانہ کشیدگی بھی ان کے ساتھ آ ملے تو امن وامان قائم رکھنے والے اداروں کیلئے کتنی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں، ہر پاکستانی کو اس کا احساس ہونا چاہئے۔



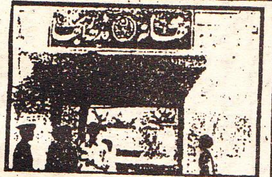
دو قادیانیوں کی نعشوں پر رشتہ دار خواتین رنج والم کی تصویر بنی بیٹھی ہیں



ایلیٹ فورس کے جوان چھتوں پر پوزیشنیں سنبھالے کھڑے ہیں



مولانا اطہر شاہ بخاری



تخت ہزارہ کی مسجد جس کی حدود میں تصادم ہوا



تصادم میں زخمی ہونے والا 70 سالہ بزرگ اور خالد محمود



ایس ایس پی سرگودھا "پنجاب نیوز" کو تفصیلات بتا رہے ہیں

مولانا اطہر کو ایک سال قبل امامت سے ہٹا دیا گیا

فیصل آباد (انویسٹی گیشن سیل) قادیانی مسلم تصادم میں شدید زخمی ہونے والے مولانا اطہر شاہ بخاری کے بارے

باقی صفحہ 7 نمبر 63

63 بقیہ خطیب رہے

میں معلوم ہوا ہے کہ یہ بھلوال کے رہائشی ہیں اور بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں گذشتہ ایک سال سے تخت ہزارہ میں بطور خطیب مسجد تھے بعد ازاں انہیں خطیب کے منصب سے ہٹا دیا گیا۔ وہ ختم نبوت تخت ہزارہ کے یونٹ انچارج بھی ہیں۔

جہد حق

دسمبر 2000

فرقہ وارانہ تصادم میں پانچ افراد کی موت مستقبل میں خطرات کی نشاندہی کر رہی ہے

سرگودھا کے قریب تخت ہزارہ میں جمعہ کے روز احمدی برادری کے پانچ افراد کی موت ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ ابتری کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

یہ حقیقت زیادہ خطرناک ہے کہ یہ قتل مسلمانوں کے ساتھ ان کے تصادم کے نتیجے میں ہوئے۔ اطلاعات کے مطابق تحریک ختم نبوت کے ایک مقامی سرگرم کارکن نے اپنے مدرسہ کے چند شاگردوں کے ساتھ احمدیوں کے خلاف ایک احتجاجی مارچ کیا تھا جس کا براہ راست نتیجہ اس خونریز تصادم کی صورت میں سامنے آیا۔ اگر اس کا مقصد پر امن معاشرے میں بدامنی پیدا کرنا تھا تو وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ ایک گھنٹے تک جاری رہنے والی پر تشدد جھڑپوں کے نتیجے میں پانچ افراد زندگی سے محروم ہوگئے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اس سے پہلے متعدد بار اس امر کی یاد دہانی کروا چکا ہے کہ انتہاپسند مذہبی قیادت کو تقریروں کے ذریعے مسلسل زبانی حملے کرنے اور پر امن شہریوں کو کھلی دھمکیاں دینے کی اجازت دینا اپنے اندر انتہائی خطرناک نتائج رکھتا ہے۔

یہ تازہ ترین تشدد اور سفاکی ایک بار پھر ان خوفناک نتائج اور خطرات کی تصدیق کر رہی ہے جو بلا روک ٹوک اس روش کو جاری رکھنے کی اجازت دینے سے برآمد ہو سکتے ہیں اور ناگزیر طور پر معاشرتی برادریوں پر اپنے اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔

اس وقت پورے ملک میں انحراف کی راہ اختیار کرنے والی قوتوں کے خلاف ایک واضح اور منظم انسدادی کوشش کی ضرورت ہے۔ کراچی اور حیدرآباد سے ملنے والی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی مسجدوں میں ایسا قابل نفرت لٹریچر تقسیم کیا جا رہا ہے جو معاشرے میں ہیجان اور اشتعال کی نئی آگ پھیلا سکتا ہے۔ ملک میں ترقیاتی سرگرمیوں میں مصروف اور خاص طور پر عورتوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والے گروپوں کے خلاف شدید زبانی حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس روش کے نتیجے میں ہونے والی معاشرتی تباہی کی پوری ذمہ داری براہ راست حکومت پر آتی ہے جو یکے بعد دیگرے ملنے والی تنبیہات کے باوجود اب تک اس مجرمانہ طرز عمل پر مستقل مزاجی سے قائم رہنے والوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے میں ناکام رہی ہے۔

اگر اپنے الفاظ سے نفرت اور تشدد کا واضح پیغام پھیلا کر، ملک کے موجودہ قوانین کی براہ راست خلاف ورزی کرنے والے عناصر کو اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی آزادی اسی طرح حاصل رہی تو اس امر کا حقیقی خطرہ موجود ہے کہ تشدد کو مزید فروغ حاصل ہوگا اور کسی احساس کے بغیر مزید جانیں ضائع ہوں گی۔

یہ امر حکومت کی انتہائی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ وہ تشدد کو پھیلنے سے روکے اور ملک کے تمام شہریوں کو ایسے شدید حملوں کے مقابلے میں تحفظ فراہم کرے جو بڑی آسانی سے ایسے خوفناک نتائج کا باعث بن جاتے ہیں جن کا مظاہرہ پچھلے چند ماہ میں کئی بار ہو چکا ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت مزید تاخیر کے بغیر اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔

[HRCP پریس ریلیز 14 نومبر 2000]

○

اصل میں دکھ تھا ان کو کیوں میدانِ دلائل ہارے
موت کا کھیل جنہوں نے کھیلا جا کر تخت ہزارے

دین کا پرچم ہر حالت میں ہم نے تھامے رکھا
اس کی خاطر ہم نے اپنے وارے کتنے پیارے

چک سکندر ہو' گھٹیالیاں ہو یا چک بھوڑو
اور چونڈہ میں بھی اپنے خوں سے کھیت سنوارے

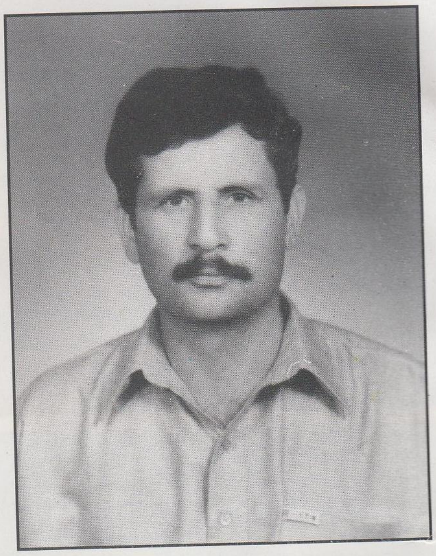
ہم کو تو منزل سے غرض ہے لوگوں سے کیا شکوہ
راہ میں کس نے پتھر مارے' کس نے پھول ہیں مارے

فکر ہے اس طوفانِ تعصب میں بس ایک ہی قدسیؔ
میرے پیارے دیس کی مولا نیا پار اتارے

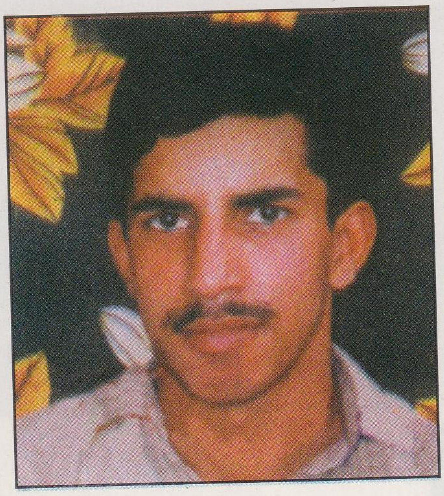
عبدالکریم قدسیؔ

مِنهُم مَن قضٰی نحبَہٗ کے مصداق مبارک وجود

تخت ہزارہ (ضلع سرگودھا) میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے



مکرم ناصر احمد صاحب



مکرم مدثر احمد صاحب



دائیں عارف محمود صاحب بائیں نذیر احمد صاحب (باپ بیٹا)



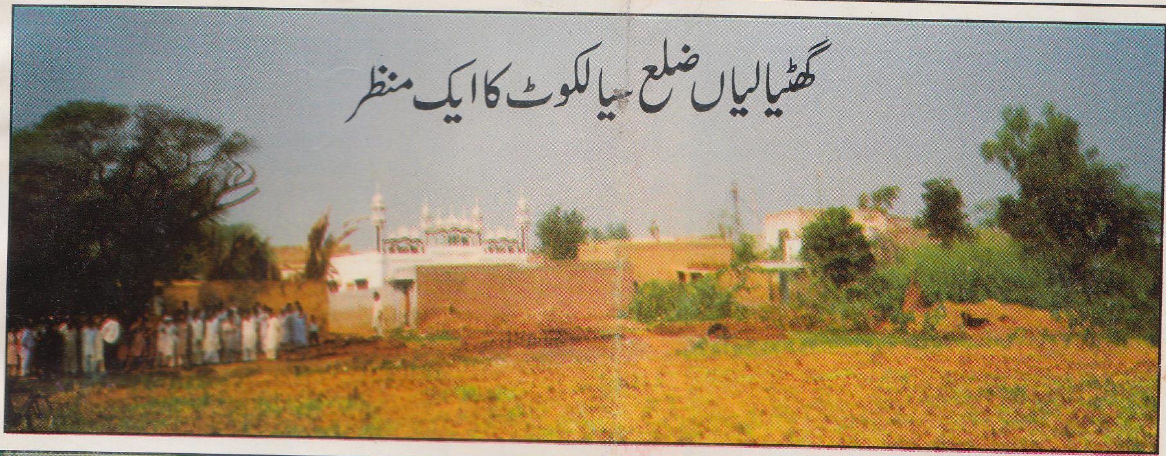
مکرم مبارک احمد صاحب

ر ایں موت است پنہاں صد حیات　　زندگی خواہی بخور جام ممات

Monthly
ANSARULLAH

EDITOR:
NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. #: CPL - 92
January, 2001



گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کا ایک منظر



بیت الذکر گھٹیالیاں کی دو تصاویر



۳۰۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو راہ مولیٰ میں
جان کا نذرانہ دینے والوں کے خون سے صفیں
اور فرش رنگین ہیں۔ جب کہ درودیوار پر گولیوں کے نشانات ہیں

استقامت اور قربانیوں کی صدی!

بیسویں صدی کے پہلے سال ۱۹۰۱ء میں ایک عاشق صادق حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب ...... نے کابل کی سر زمین میں دین حق کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ وہ اپنے مقدس خون کی سرخی سے ایک حسین داستان عشق رقم کر گئے۔ وہ آنے والی نسلوں کو ایک شاندار نمونہ دے گئے اور اب سن ۲۰۰۰ء کے اواخر میں خطہ پنجاب کے گھٹیالیاں (سیالکوٹ) اور تخت ہزارہ (سرگودھا) کے مقامات پر اسی داستان عشق کے دہرائے جانے سے صدی اپنے اختتام کو پہنچی پھر اس صدی کا اول و آخر ہی نہیں بلکہ یہ پوری صدی ہی قربانیوں کی صدی ہے جس میں سینکڑوں عشاق نے راہ مولیٰ میں اپنی جانوں کا نذرانہ دیا۔ شیخ عجم حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب ...... حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب ...... نے جس استقامت کا نمونہ دیا تھا بعد میں آنے والوں نے اسی کو اختیار کیا اور بہت سے ہیں جو "مَنْ یَّنْتَظِرُ" کی تڑپ رکھتے ہیں۔

محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کی وفات

ہمارے قارئین کرام اور انصار احباب کو روزنامہ الفضل کے ذریعہ سے اطلاع ہو چکی ہے کہ جماعت احمدیہ کے فدائی خادم داعی الی اللہ محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب مربی سلسلہ احمدیہ مورخہ ۷ جنوری ۲۰۰۱ء کو بعمر ۷۹ سال وفات پا گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محترم مولانا موصوف نے عاشقانہ رنگ میں اپنی زندگی دین حق کی سربلندی میں گزاری اور نہایت اخلاص و وفا سے غانا مغربی افریقہ۔ یو۔ ایس۔ اے (امریکہ) جرمنی اور مڈل ایسٹ میں پچاس سال مربی سلسلہ کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔ مرکز سلسلہ میں جامعہ احمدیہ کے وائس پرنسپل اور قائمقام پرنسپل سیکرٹری حدیقۃ المبشرین اور سیکرٹری مجلس نصرت جہاں کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ الغرض آپ نے نہایت کامیابی سے خدمت انسانیت کا حق ادا کیا۔ اس طرح آپ بلاشبہ دائمی حیات کے وارث ٹھہرے۔

ادارہ ماہنامہ انصاراللہ اپنے اس بے لوث اور جان نثار خادم سلسلہ کی وفات پر مرحوم کے بیٹوں، بیٹیوں، محترمہ بیگم صاحبہ اور جملہ برادران، خواہران اور عزیز و اقرباء سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مرحوم کے نقش قدم پر چلائے اور مرحوم کو اپنے قرب خاص سے نوازے۔ آمین

سال رواں (۲۰۰۱ء) کے لئے اسسٹنٹ ایڈیٹرز کا تقرر

محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان نے سال رواں (۱۳۸۰ ہش/۲۰۰۱ء) کے لئے درج ذیل احباب کا تقرر بطور اسسٹنٹ ایڈیٹرز فرمایا ہے۔

(۱) مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب (۲) مکرم جاوید احمد جاوید صاحب (۳) مکرم پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب

اراکین خصوصی واراکین مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سال ۲۰۰۱ء۔۱۳۸۰ ہش کے لئے مندرجہ ذیل اراکین خصوصی مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو احسن رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اراکین خصوصی

۱۔ مکرم مرزا عبدالحق صاحب
۲۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب
۳۔ مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب
۴۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

اراکین عاملہ

۱۔ مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب	نائب صدر اوّل
۲۔ مکرم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب	نائب صدر
۳۔ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب	نائب صدر صف دوم
۴۔ مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب	قائد عمومی
۵۔ ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب	قائد تعلیم
۶۔ مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب	قائد اصلاح وارشاد
۷۔ مکرم مبارک احمد طاہر صاحب	قائد تربیت
۸۔ مکرم لطیف احمد جھمٹ صاحب	ایڈیشنل قائد تربیت نومبائعین
۹۔ مکرم منصور احمد عمر صاحب	قائد تعلیم القرآن
۱۰۔ مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب	قائد اشاعت
۱۱۔ مکرم سید قاسم احمد شاہ صاحب	قائد ایثار
۱۲۔ مکرم عبدالجلیل صادق صاحب	قائد ذہانت وصحت جسمانی
۱۳۔ مکرم حبیب الرحمان زیروی صاحب	قائد تجنید
۱۴۔ مکرم منور شمیم خالد صاحب	قائد وقف جدید
۱۵۔ مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب	قائد تحریک جدید
۱۶۔ مکرم عبدالرشید غنی صاحب	قائد مال
۱۷۔ مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب	آڈیٹر
۱۸۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری	زعیم اعلیٰ ربوہ

خاکسار　مرزا خورشید احمد
صدر مجلس انصاراللہ پاکستان

امام الکلام

روحانی حسن و جمال

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مومن کی شناخت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

''خدا تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں جو فرقان مجید ہے فرماتا ہے کہ مومنوں کا نور ان کے چہروں پر دوڑتا ہے۔ اور مومن اس حسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے۔

اور مجھے ایک دفعہ عالم کشف میں پنجابی زبان میں اسی علامت کے بارہ میں یہ موزوں فقرہ سنایا گیا ''عشق الٰہی وسّے مُنہ پر وَلیاں ایہہ نشانی''۔ مومن کا نور جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے وہ وہی روحانی حسن و جمال ہے جو مومن کو وجود روحانی کے مرتبہ ششم پر کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے۔ جسمانی حُسن کا ایک شخص یا دو شخص خریدار ہوتے ہیں مگر یہ عجیب حسن ہے جس کے خریدار کروڑہا روحیں ہو جاتی ہیں۔ .... اب یہ بھی یاد رہے کہ بندہ تو حسنِ معاملہ دکھا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے۔ اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے۔ اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا۔ اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے۔ اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے۔ اور اس کے تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے۔ اور اس کی پوشاک اور اس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔ اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اس کا آپ جواب دیتا ہے۔ وہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ وہ اس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اس کو دکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے۔ ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی قضا و قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے۔ غرض پہلا خریدار اس کے روحانی حسن و جمال کا جو حسنِ معاملہ اور محبت ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔

پس کیا ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج ان پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۵)

کلام الامام

"زندہ وہ ہے جس نے مر کر اپنی قوم کو زندہ کر دیا"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود...... آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَات......

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ باتیں کہ شہداء کو ایک اعلیٰ درجہ کی حیات حاصل ہے یا ایک شہید کی جگہ لینے کے لئے پچاس پچاس اور سو سو آدمی آئیں گے یا وہ رنج و غم سے کلی طور پر آزاد ہیں یا ان کے خون رائیگاں نہیں جائیں گے انسانی شعور سے تعلق رکھتی ہیں اگر کوئی شخص فطرت صحیحہ پر غور کرنے کا عادی ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی چیز بھی قربانی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ ماں جب تک اپنی جان کی قربانی پیش نہیں کرتی اسے بچہ حاصل نہیں ہوتا۔ دانہ جب تک خاک میں مل کر اپنی جان کو نہیں کھوتا وہ ایک سے سات سو دانوں میں تبدیل نہیں ہوتا اسی طرح کوئی قوم زندہ نہیں ہو سکتی جب تک اس کے افراد جانوں کو ایک بے حقیقت شئی سمجھ کر اسے قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار نہ ہوں اور کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک اس کے افراد کے دلوں میں اپنے شہداء کا پورا احترام نہ ہو یہ ایک فطرتی آواز ہے جو شعور کے کانوں سے سنی جا سکتی ہے۔ مگر جن لوگوں کو شعور حاصل نہیں۔ وہ بات بات پر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور جب بھی کسی مالی یا جانی قربانی کا مطالبہ کیا جائے ان کے قدم لڑکھڑانے لگ جاتے ہیں اور وہ ان لوگوں کو بے وقوف سمجھتے ہیں جو اپنے آپ کو قربانیوں کی آگ میں جھونکنے کے لئے آگے نکل آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم اپنے شعور سے کام لو اور شہداء کو مردہ کہہ کر ان کی بے حرمتی مت کرو وہ مردہ نہیں بلکہ حقیقتاً وہی زندہ ہیں کیونکہ تاریخ ان کے نام کو زندہ رکھے گی اور آئندہ آنے والی نسلیں انہی کے نقش قدم پر چلیں گی اور ان کے کارناموں کو یاد رکھیں گی اور ہمیشہ ان کی بلندی درجات اور مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتی رہیں گی۔ تم اسے زندہ سمجھتے ہو جو جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہو۔ حالانکہ زندہ وہ ہے جس نے مر کر اپنی قوم کو زندہ کر دیا۔ اگر تمہیں شہداء بھی مردہ نظر آتے ہیں تو اسکے معنے یہ ہیں کہ تمہارا شعور ناقص ہے تم اس کی اصلاح کرو اور زندگی اور موت کے سلسلہ کو سمجھنے کی کوشش کرو"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۹۲_۲۹۳)

عربی منظوم کلام

تَذَكَّرْ دِمَآءَ الْعَارِفِيْنَ بِسُبُلِهٖ

اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا وَقْتَ مَوْتِكُمْ
فَلَا تُلْهِكُمْ غُوْلُ خَبِيْثٍ مُخَسِّرُ

اے لوگو! اپنی موت کے وقت کو یاد کرو پس تمہیں خبیث نقصان رساں دیو غافل نہ کر دے

وَقَدْ ذَابَتِ الصَّفْوَاءُ مِنْ بَيْتِ عُمْرِكُمْ
وَمَا بَقِيَ اِلَّا جَمْرَةٌ اَوْ اَصْغَرُ

تمہاری عمر کے گھر کا بنیادی پتھر تو پگھل چکا ہے اور نہیں باقی رہ گئی مگر صرف ایک چنگاری یا اس سے بھی کم تر

وَمِسَحُّ الْحِمَامِ سَيَحْمِلَنْكَ عَلَى الْمَطَا
وَاَنْتَ بِاَمْوَالٍ وَّخَيْلٍ تَفْخَرُ

اور موت کا گھوڑا جلد تجھے اپنی پیٹھ پر سوار کرے گا اور تو اپنے مالوں اور گھوڑوں پر فخر کر رہا ہے

اَلَا لَيْسَ غَيْرَ اللّٰهِ شَيْءٌ مُدَوَّمٌ
وَكُلُّ جَلِيْسٍ مَا خَلَا اللّٰهَ يُهْجَرُ

سنو! اللہ کے سوا کوئی شے ہمیشہ رہنے والی نہیں اور ہر ہم نشیں سوائے اللہ کے جدا ہونے والا ہے

تَذَكَّرْ دِمَآءَ الْعَارِفِيْنَ بِسُبُلِهٖ
اَلَمْ يَاْنِ اَنْ تَخْشٰى ءَاَنْتَ مُحَرَّرُ

خدا کی راہ میں عارفین کے بہنے والے خون کو یاد کر۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو ڈرے؟ یا کیا تو آزاد ہے؟

وَاِنَّ الْمَنَايَا سَابِحَاتٌ قَوِيَّةٌ
اَثَرْنَ غُبَارًا عِنْدَ حُكْمٍ يُصْدَرُ

اور یقیناً موتیں تو تیز رو گھوڑے ہیں جو حکم صادر ہونے کے وقت غبار اڑاتے ہیں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلَّذِيْ
هَدَانَا مَنَاهِجَ دِيْنِ حِزْبٍ طَهُرُوْا

اور ہماری آخری بات یہی ہے کہ تمام حمد اسی ذات کے لئے ہے جس نے ہمیں پاک گروہ کے دین کی راہوں کی راہنمائی کی۔